كلُّ مُحدثةٍ بدعةٌ، وكلُّ بدعةٍ ضلالةٌ وكلُّ ضلالةٍ في النارِ (الحديث)

انگوٹھے چومنے

سے متعلق

بعض فقہاء احناف کی ایک عبارت کی تحقیق

حاشیۃ ابن عابدین، حاشیۃ الطحطاوی اور حاشیۃ تفسیر جلالین میں تقبیل الابہامین کے استحباب کے قول کی توضیح و تحقیق اور ان کے مستدلات کی حیثیت پر ایک تحقیقی بحث اور اکابرینِ امت کے فتاویٰ جات

پسند فرمودہ

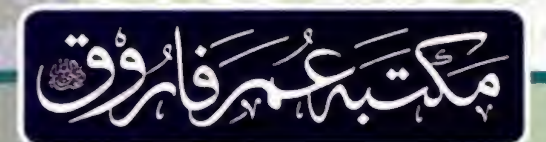
شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب

صدر وفاق المدارس العربیہ و مہتمم جامعہ فاروقیہ کراچی

تحقیق و جمع

مفتی محمد راشد ڈسکوی

رفیق شعبہ تصنیف و تالیف استاذ جامعہ فاروقیہ کراچی



"كلُّ محدثةٍ بدعةٌ، وكلُّ بدعةٍ ضلالةٌ وكل ضلالة في النار". (الحديث)

انگوٹھے چومنے

سے متعلق

بعض فقہاءِ احناف رحمہم اللہ کی ایک عبارت کی تحقیق

حاشیۃ ابن عابدین، حاشیۃ الطحطاوی اور حاشیہ تفسیر جلالین
میں تقبیل الابہامین کے استحباب کے قول کی توضیح و تحقیق اور ان کے
مستدلات کی حیثیت پر ایک تحقیقی بحث اور اکابرین امت کے فتاویٰ جات

پسند فرمودہ

حضرت شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان صاحب زید مجدہم
صدر وفاق المدارس العربیہ و مہتمم جامعہ فاروقیہ کراچی

تحقیق وجمع

مفتی محمد راشد ڈسکوی عفا اللہ عنہ
رفیق شعبہ تصنیف و تالیف و استاذ جامعہ فاروقیہ کراچی

نام.........انگوٹھے چومنے سے متعلق بعض فقہاء احناف کی ایک عبارت کی تحقیق

تحقیق وجمع.........مفتی محمد راشد ڈسکوی

اشاعت اول.........فروری ۲۰۱۴ء

تعداد.........۱۱۰۰

طابع.........القادر پرنٹنگ پریس کراچی

ناشر.........مکتبہ عمر فاروق: ۴/۴۹۱، شاہ فیصل کالونی، کراچی

021-34594144, Cell: 0334-3432345

ای میل.........mfarooq12317@yahoo.com

قارئین کی خدمت میں

کتاب ہذا کی تیاری میں تصحیح کتابت کا خاص اہتمام کیا گیا ہے، تاہم اگر پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو التماس ہے کہ ضرور مطلع فرمائیں، تاکہ آئندہ ایڈیشن میں ان اغلاط کا تدارک کیا جا سکے۔ جزاکم اللہ خیراً

<u>ملنے کے پتے</u>

دارالاشاعت۔ اردو بازار کراچی

اسلامی کتب خانہ۔ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

مکتبہ رحمانیہ۔ اردو بازار لاہور

وحیدی کتب خانہ۔ محلہ جنگی قصہ خوانی بازار، پشاور

مکتبۃ العارفی، جامعہ امدادیہ، ستیانہ روڈ، فیصل آباد

انتساب

ان سعادت مند افراد کے نام

جو

جہنم کی طرف لے جانے والی بدعات

کو ترک کر کے سنتِ رسولِ مقبول ﷺ

پر چلنے کا عزمِ مصمم رکھتے ہیں

فہرست

نمبر شمار	عناوین	صفحہ نمبر

نمبر شمار	عناوین	صفحہ نمبر

شیخ الحدیث حضرت اقدس مولانا سلیم اللہ خان صاحب زید مجدہم العالیہ
صدر وفاق المدارس العربیہ ومہتمم وشیخ الحدیث جامعہ فاروقیہ کراچی

تقریظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله و کفیٰ وسلام علی عباده الذین اصطفیٰ. وبعد!

مولانا مفتی محمد راشد زاد اللہ علمہ وفضلہ جامعہ فاروقیہ کراچی کے استاد اور شعبۂ تصنیف وتالیف کے رفیق ہیں، علمی، تحقیقی ذوق سے بہرور ہیں اور مختلف موضوعات پر لکھتے رہتے ہیں، ملک کے اہم رسائل میں ان کے مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں۔

پیشِ نظر رسالے میں انگوٹھے چومنے سے متعلق مفتی محمد راشد صاحب نے بحث کی ہے، جو تحقیق کے اعلیٰ معیار پر فائز ہے اور انتہائی دلچسپ بھی ہے۔

ساتھ ہی مختلف فتاویٰ بھی بحث میں شامل کیے ہیں، اور علماء دیوبند کے مسلک کی صداقت وحقانیت کو عمدہ طریقے سے ثابت کیا ہے۔

احقر کی دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس رسالے سے اپنے بندوں کو مستفید فرمائیں اور مفتی صاحب کے لیے بطورِ صدقۂ جاریہ اس رسالے کو حسن قبول عطا فرمائیں۔

آمین ثم آمین

شیخ الحدیث حضرت اقدس مولانا (سلیم اللہ خان) صاحب زید مجدہم العالیہ
جامعہ فاروقیہ کراچی

۱۸ ربیع الاول، ۱۴۳۵ھ بمطابق ۲۰ جنوری ۲۰۱۴ء

حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالباری صاحب دامت برکاتہم العالیہ
نائب رئیس دارالافتاء واستاذ حدیث جامعہ فاروقیہ کراچی

تقریظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد الله وكفىٰ وسلام علىٰ عباده الذين اصطفىٰ

أمـا بـعـد! اسلام جامع، عالمگیر، کامل اور مکمل دین ہے، اس کے کامل و مکمل ہونے کا گواہ خود قرآن کریم ہے، جس میں اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا:

﴿اليوم أكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتي ورضيت لكم الإسلام دينا﴾(المائدة: ٣).

واضح رہے کہ یہ آیتِ مبارکہ آپ ﷺ کی وفات کے ۸۱ روز قبل ہزاروں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مجمع عظیم میں بروز جمعہ میدانِ عرفات میں عصر کے وقت نازل ہوئی، اس اعلانِ خداوندی کے بعد یہ دین مکمل اور تام ہے، اس میں ادنیٰ کمی کی بھی گنجائش ہے نہ زیادتی کی، اور نہ ہی کسی قسم کے حذف و اضافہ کی، اس کے بعد اس میں اضافہ چاہے وہ ''تعبد'' کی شکل میں ہو یا ''تجدد'' کے پیرہن میں، اس دین کے نامکمل اور ناتمام ہونے کا اعلان ہے، امام دارالہجرہ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" من ابتدع في الإسلام بدعة يراها حسنة،

فقد زعم أن محمداً ﷺ خان الرسالة؛ لأن الله يقول: ﴿اليوم أكملت لكم دينكم...... إلخ ﴾. فإلم يكن يومئذ دينا، فلا يكون اليوم دينا". (تهذيب الفروق والقواعد السنية في الأسرار الفقهية، الفرق الثاني والخمسون والمئتان بين قاعدة ما يحرم من البدع وينهى عنه وبين قاعدة ما لا ينهى عنه: ٤/ ٣٩٠).

ترجمہ: جس نے اسلام میں کوئی بدعت نکالی، جس کو وہ اچھا سمجھتا ہو، تو اس نے یہ گمان کیا کہ حضرت محمد ﷺ نے ادائیگی رسالت میں خیانت کی، کیوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے"، پس جو چیز اس وقت دین نہیں بن سکی تھی، وہ آج بھی ہرگز دین نہیں ہو سکتی"۔

اس کے ساتھ ساتھ احادیث مبارکہ میں بدعت اور اس کے مرتکبین کی سخت ترین الفاظ میں مذمت بیان کی گئی ہے، چناں چہ! جناب نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه، فهو رد". (صحيح البخاري، باب إذا اصطلحوا على جور فهو مردود: ١/ ٣٧١، رقم الحديث: ٢٦٩٧)

ترجمہ: جس نے دین کے معاملہ میں کسی نئی بات کا

اضافہ کیا(یا کوئی ایسا عمل کیا جو آپ ﷺ سے ثابت نہیں) وہ مردود ہے۔

اسی طرح آپ ﷺ نے ایک مرتبہ خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"شرُّ الأمورِ مُحدَثاتها، وكلُّ محدثةٍ بدعةٌ، وكلُّ بدعةٍ ضلالةٌ".

ترجمہ: وہ کام بُرے ہیں جو (دین میں) نئے گھڑے جائیں اور ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

(صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب تخفيف الصلاة والخطبة، ص: ٣٤٧، رقم الحديث: ٢٠٠٥، دار السلام، رياض)

(سنن ابن ماجه، باب اجتناب البدع والجدل، ج: ١/ ٧٤، رقم الحديث: ٤٦، دار الجيل، بيروت)

اور سنن نسائی کی روایت میں "وكل ضلالة في النار" کا اضافہ بھی ہے۔(سنن النسائي، كتاب صلاة العيدين، باب كيف الخطبة، رقم الحديث: ٢٥٧٨)

بدعت کی قباحت وشناعت کی وجہ سے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا رویہ بھی بدعت کے بارے میں نہایت سخت رہا ہے،

چناں چہ! أفقه الصحابة حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے

ہیں:

"اتبعوا آثارنا، ولا تبتدعوا، فقد کفیتم" ترجمہ: تم ہمارے نقشِ قدم پر چلو، اور نئی بدعات ایجاد مت کرو، اس لیے کہ تم کفایت کیے گئے ہو۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ بھی منقول ہے کہ:

"علیکم بالعلم وإیاکم والتبدع". (الاعتصام، ص:۶۱، ۶۲، دارالمعرفۃ، بیروت) ترجمہ: تم علم کو لازم پکڑو اور بدعت ایجاد کرنے سے بچو۔

صاحب السرّ حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"کل عبادة لم یتعبّدها أصحابُ رسول الله ﷺ، فلا تعبدوها".

ترجمہ: ہر وہ عبادت جس کو حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے نہیں کیا، سو تم بھی اس کو مت کرو۔ (الاعتصام، ص:۴۱۱، دارالمعرفۃ، بیروت)

رئیس المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

"ما یأتي علی الناس من عامٍ إلا أحدثوا فیه بدعةً وأماتوا فیه سنةً". (الاعتصام، ص:۱۸، دارالمعرفۃ، بیروت) ترجمہ: لوگ سال بہ سال بدعات کو گھڑتے اور سنتوں کو ضائع کرتے رہیں گے۔

پھر حضرات فقہائے کرام رحمہم اللہ نے قرآن وسنت واقوالِ صحابہ وتابعین کو سامنے رکھ کر "کہ بدعت اور اہلِ بدعت کے ساتھ سختی کا معاملہ کیا جائے" بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنے کو مکروہ لکھا ہے، بشرطیکہ وہ بدعتی شرکیہ عقائد کا حامل نہ ہو اور اس کے ساتھ ساتھ بدعت کی شناعت کے لیے کچھ اصول وعلامتیں بھی ذکر کی ہیں، ان میں سے چند علامات درج ذیل ہیں:

ا۔انفرادی عبادت کو اجتماعی طور پر ادا کرنا

جو نفلی عبادتیں انفرادی طور پر جائز اور مشروع ہیں، ان کو اجتماعی ہیئت کے ساتھ ادا کرنا بدعت ہے، جیسا کہ "نفل نماز" ایک انفرادی عبادت ہے، اس کو جماعت کے ساتھ (سوائے نماز تراویح کے) ادا کرنا درست نہیں، اسی طرح نوافل کے بعد دعا کرنا بھی ایک انفرادی عمل ہے، اگر اس کو اجتماعی طور پر کیا جانے لگے، تو وہ بدعت ہو گی۔

۲:وقت کی تعیین

جس عمل کا شرعی اعتبار سے کوئی وقت مقرر نہ ہو، بلکہ اس کو مطلق چھوڑ دیا گیا ہو اور نہ ہی شریعت میں اس وقت کی اہمیت کی تعلیم دی گئی ہو، تو اس عمل کے لیے اپنی طرف سے وقت مقرر کرنا اور اس کو اہمیت دینا بدعت ہو گا۔

علامہ شاطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:"ومنها التزام العبادات المعينة في أوقات معينة، لم يوجد لها ذلك التعيين في الشريعة". (الاعتصام، ص: ۲٦، دارالمعرفة، بیروت). ترجمہ: ان (بدعات) میں سے خاص اوقات کے اندر ایسی عباداتِ معینہ کا التزام کر لینا بھی ہے، جن کے لیے شریعت نے وہ اوقات نہیں کیے ہیں۔

جیسا کہ شب عرفہ میں یا عرفہ کے دن جمع ہو کر اجتماعی دعا طور پر دعا کرنا (ایک زمانہ میں یہ ہوا کرتا تھا) تا کہ اہل عرفہ کا ساتھ مشابہت ہو جائے، بدعت ہے، صاحب کنزؒ فرماتے ہیں: "والتعريف بشيئ". اس کی تشریح میں علامہ عینیؒ فرماتے

ہیں:"والتعريف وهو أن يجتمع الناس يوم عرفة في بعض المواضع تشبيها بالواقفين، ليس بشيئ............ والظاهر أنه مكروه؛ لأن الوقوف عرف عبادة مختصة بالمكان المعين، فلا يكون عبادة في غيره، كسائر المناسك". (رمز الحقائق، كتاب الصلاة، باب العيدين: ١/١٠٣، إدارة القرآن بكراتشي)

اسی طرح جناب نبی اکرم ﷺ کی پیدائش کے دن اہتمام وخصوصیت کے ساتھ خوشیاں منانا اور اسے عید قرار دینا بدعت ہے۔

علامہ شاطبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:" ومنها التزام الكيفيات والهيئات المعينة ...... واتخاذ يوم ولادة النبي عليه السلام عيداً أو ما أشبه ذلك".

(الاعتصام، ص: ٢٥، دار المعرفة، بيروت)

٣۔ مستحبات کو واجب کا درجہ دینا

دین اور شریعت میں جو چیز واجب نہ ہو، لیکن اس کو اس قدر ضروری سمجھا جائے کہ نہ کرنے والوں پر لوگ لعن طعن شروع کر دیں اور ان پر ملامت کرتے رہیں اور اس کے ضروری ہونے کا شبہ ہونے لگے، تو یہ بھی بدعت ہے۔ اور اس کا ترک لازم ہے، جیسا کہ مرقاۃ المفاتیح میں ہے:

"من أصر على مندوب، وجعله عزماً، ولم يعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر على بدعة أو منكر. (كتاب الصلاة:

۲۶/۳، رشیدیۃ)

۴۔خاص ہیئات وکیفیات کی تعیین

کسی جائز عمل کے لیے قرآن وحدیث میں کوئی خاص ہیئت اور کیفیت ثابت نہ ہو،تو اپنی طرف سے اس کا حدود وقیود مقرر کرنا اوران کاالتزام کرنا بھی بدعت ہے،مثلاً: جناب نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھنا ایک سنت عمل ہے اور بعض حالات میں تو واجب ہے،لیکن اس کے لیے قیام کوضروری سمجھنا اور اذان سے پہلے پڑھنے کوضروری قرار دینا خیر القرون سے ثابت نہیں،لہٰذا یہ بدعت ہے۔

۵۔موقع ومحل کی عدم رعایت

جو جائز عمل کسی خاص کام کے لیے ثابت نہ ہو،اس کو اپنی طرف سے کسی کام کے لیے مختص کر لینا بدعت ہے،جیسا کہ''اذان'' کہ وہ پانچوں نماز کے لیے مخصوص ہے،اس کے علاوہ بعض اور موقعوں پر بھی اس کا ثبوت ہے،لیکن نوافل کے لیے اذان دینا،عیدین ونماز جنازہ وغیرہ کے لیے اذان دینا قرآن وسنت سے ثابت نہیں،لہٰذا بدعت ہے۔

ہشام بن عبدالملک نے عیدین کے لیے اذان واقامت کہنے کا حکم جاری کیا،تو علمائے حقہ نے اسے بدعت اور مکروہ قرار دیا اوراس کی تردید کی۔(الاعتصام، ص:۳۱۷،دارالمعرفۃ،بیروت)

ہمارے زمانے میں دفن کے موقع پراذان دینے کا رواج ہے،حضرات فقہائے کرام نے اِس موقع پراذان دینے کوبدعت کہا ہے۔

علامہ شامی فرماتے ہیں: "لا یسن الأذان عند إدخال المیت في قبرہ، کما هو المعتاد الآن، وقد صرح ابن حجر بأنه بدعة". (رد المحتار، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنائز: ۱/ ۶۶۰، دار إحیاء التراث العربي)

۶۔ کمی واضافہ کا شبہ:

کسی عمل کی وجہ سے دین میں کمی یا زیادتی کا شبہ پیدا ہوسکتا ہو یا کسی کم درجے کے عمل کے بارے میں زیادہ اہمیت کا اِظہار کیا جا رہا ہو، تو وہ بھی ممنوع اور بدعت ہوگا۔

علامہ شاطبی فرماتے ہیں: "وبالجملة فکل عملٍ له أصلٌ ثابتٌ شرعاً إلا أنّ في إظهار العمل به والمداومة علیه مایخاف أن یعتقد أنه سنة، فترکه مطلوب في الجملة أیضاً من باب سد الذرائع". (الاعتصام، ص: ۳۲۸، دارالمعرفۃ، بیروت) ترجمہ: حاصل یہ ہے کہ جس عمل کا ثبوتِ شرعی موجود نہ ہو، لیکن اس پر علی الاعلان عمل کرنے اور پابندی کرنے کی صورت میں اس بات کا اندیشہ ہو کہ اسے سنت سمجھا جانے لگے گا، تو سداً للذرائع اسے چھوڑ دینا مطلوب ہے۔

۷۔ غیر مسلموں کے ساتھ مشابہت

وہ امور جن میں غیر مسلموں کے ساتھ مذہبی اعمال میں مشابہت ہو وہ بھی بدعت ہیں، مثلاً: مسلمانوں کا غیر مسلموں کے تہوار کے دنوں میں جمع ہونا اور عبادت کرنا۔ علامہ شاطبیؒ فرماتے ہیں: کسی زمانے میں اہل سنت کی ایک جماعت نوروزہ اور

مہرجان کے دنوں میں روزہ رکھتے اور عبادت کرتے تھے تو حضرت طلحہ بن عبید اللہ خزاعی رضی اللہ عنہ نے اسے بدعت قرار دے کر فرمایا: "بدعة من أشد البدع".

" وخرج ابن وضاح من حديث أبان بن أبي عباس، قال: لقيت طلحة بن عبيد الله الخزاعي، فقلت له: قوم من إخوانك من أهل السنة والجماعة لا يطيعون على أحد من المسلمين، يجتمعون في بيت هذا يوما وفي بيت هذا يوماً ويجتمعون يوم النيروز اولمهرجان ويصومونها، وقال طلحة: "بدعة من أشد البدع". (الاعتصام، ص: ٣٢٥، دار المعرفة، بيروت)

یا غیر مسلموں کی طرح بعض لوگوں کا اپنے لیے مخصوص وضع اور رنگ کا لباس مقرر کر لینا بدعت ہے، اسی طرح فجر وعصر کے بعد مصافحہ کرنا اور اسے لازم سمجھنا کہ یہ روافض کا طریقہ ہے۔

بدعات کی تردید

قرآن وسنت کی تعلیمات سے جب معلوم ہوا کہ نئے امور بدعت ہیں، بدعت گم راہی اور جہنم میں داخل ہونے کا ذریعہ ہے، تو حضرات انبیاء کرام کے ورثہ اور جانشین علمائے کرام کی ذمہ داری بنتی ہے کہ معاشرہ میں ظاہر ہونے والی مروجہ بدعات کی بھرپور تردید کریں اور ان کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں اور لوگوں کو ان سے بچنے کی تلقین کریں، خود بھی بچیں اور دوسروں کو بھی بچائیں، اور اس کے برعکس بالفرض

اگر علمائے کرام اس سلسلے میں سستی کا مظاہرہ کریں اور بدعات کی تردید ونکیر کریں، تو وہ سخت وعید کے مستحق ہوں گے، چناں چہ! آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

"إذا أحدث في أمتي البدع وشتم أصحابي، فليظهر العالم علمه، فمن لم يفعل، فعليه لعنة الله والملائكة والناس أجمعين". (الاعتصام، ص: ٥٩، ٦٠، دار المعرفة، بيروت)

اسی بنا پر خیر القرون کے زمانے سے لے کر اب تک حضراتِ سلف صالحین وفقہائے کرام نے مدلل ومحققانہ انداز میں ہر نئی گھڑی ہوئی بات، رسم ورواج اور خرافات کی قرآن کریم کی آیات، نبی کریم ﷺ کی روایات اور حضرات سلف صالحین کی عبارات کی روشنی میں علمی انداز میں، تقریری طور پر بھی، اور تحریری طور پر بھی تردید کی، اوران کا تعاقب کیا۔

زیرِ نظر کتابچہ بھی اسی سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی ہے، جو ازان میں انگوٹھے چومنے سے متعلق ہے، جس میں مؤلف فاضل برادرم حضرت مفتی محمد راشد ڈسکوی صاحب حفظہ اللہ نے حاشیہ ابن عابدین، حاشیۃ الطحطاوی اور تفسیر روح البیان کی اُن عبارتوں ''جن سے انگوٹھوں کے چومنے کے استحباب کا ترشح ہو رہا تھا'' کو ذکر کر کے ان پر تفصیلی تبصرہ کیا ہے۔ اسی طرح اس سلسلے میں جو موضوع روایتیں ہیں، کتب احادیث وموضوعات سے تخریج کر کے ان پر محققانہ کلام کیا، نیز! ان کتب (مثلا: کنز العباد، قہستانی، کتاب الفردوس اور فتاویٰ صوفیہ جن میں اس طرح کی روایتوں کا ذکر کیا گیا ہے) پر حضرات محدثین اور فقہائے کرام کے اقوال کی روشنی میں

تبصرہ کر کے یہ واضح کر دیا ہے کہ ان کتب کا ایک بڑا حصہ ضعیف اور غیر محقق اقوال پر مشتمل ہے، حضرات محققین کے ہاں فتویٰ دینے کے لیے ان کتب کا یہ مقام نہیں ہے کہ محض اِن کتب میں مذکورہ مسائل پر فتویٰ دے دیا جائے یا اسے بیان کیا جائے، اِلا یہ کہ اس کی تائید دیگر کتب معتبرہ سے ہو جائے، البتہ ان کتب کے وہ مسائل جو دیگر معتبر کتب کے موافق ہیں، ان کے لینے میں کسی کو کوئی اشکال نہیں۔ علاوہ ازیں! مؤلف فاضل نے اس کتابچے کے بابِ دوم میں حضرات اکابر علمائے دیوبند کے فتاویٰ کو بھی شامل کیا ہے، جو اپنی جگہ خود بہت سی قیمتی اور اہم ابحاث اور نکات پر مشتمل ہیں۔

برادرم حضرت مفتی محمد راشد ڈسکوی صاحب حفظہ اللہ زمانہ طالب علمی سے ہی تحقیقی ذوق کے حامل اور سیال قلم کے مالک ہیں اور ان کے قلم سے کئی علمی، فقہی، معاشرتی، اصلاحی مضامین (جو ملک کے موقر ماہناموں میں شائع ہوتے رہتے ہیں) اور وقیع کتب منصۂ شہود پر آ چکی ہیں، کسی مسئلے کے بارے میں جب تحقیق کرتے ہیں تو اپنی مقدور بھر تحقیق کا حق اس طرح ادا کرتے ہیں کہ وہ مسئلہ کسی جہت سے تشنہ نہیں رہتا، جس کی جھلک موجودہ کتابچے میں بھی بخوبی دیکھی جا سکتی ہے، یقیناً اس مسئلہ کے بارے میں بھی ان کی تحقیق قابلِ قدر اور عوام وخواص سب کے لیے گراں قدر علمی تحفہ ہے، اہلِ علم کو چاہیے کہ اس سے بھرپور استفادہ کریں۔

اللہ تعالیٰ ان کی مساعی جمیلہ کو شرفِ قبولیت کا درجہ عطا فرمائیں، اور ان کی محنتوں کو بارآور فرمائیں، ان کے لیے بھی اور ہم جیسے تہی ستگان علم وعمل کے لیے ذخیرۂ آخرت بنائیں۔ آمین

(حضرت مولانا مفتی) عبدالباری (دامت برکاتہم العالیہ)

۱۳ / ربیع الاول / ۱۴۳۵ھ بمطابق ۱۵ جنوری ۲۰۱۴م

حرفِ اول

تخصص فی الافتاء کا زمانہ علمی شوق، تحقیقاتی ذوق، اپنے ہم درس ساتھیوں سے تخریج وتحقیق اورحلِ فتاویٰ میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کا جذبہ، اکابر اساتذۂ کرام کی سرپرستی، راہ نمائی، حوصلہ افزائی اوران کا شفقت بھرا تربیتی انداز، نت نئی کتب کا تعارف اوراُن سے استفادہ، گردشِ زمانہ سے رونما ہونے والے طرح طرح کے مسائل کا حل، حلِ فتاویٰ کے لیے حضراتِ اساتذہ کی طرف سے اصلاحِ اول اوراصلاحِ ثانی کا سلسلہ.................. الغرض تخصص کی اس دنیا کا اپنا ایک الگ سے ہی جداگانہ طرز کا مزہ ہوتا ہے، اس دوران بہت سے اہم مسائل پر قلم اُٹھانے کا موقع ملا، منجملہ ان کے ایک مسئلہ ''بعض فقہاءِ کرام کی انگوٹھا چومنے سے متعلق ذکر کردہ عبارت کی توضیح وتنقیح'' سے متعلق بھی تھا۔

اُس وقت اپنی مقدور بھر اس مسئلہ کا جواب لکھا، وہ جواب استفتاء کے جواب کی حد تک تو کافی تھا، لیکن اس کے بعض مقامات کی تشریح اور وضاحت مزید تفصیل کی متقاضی تھی، بعض ہم درس ساتھیوں کی طرف سے بھی تقاضا تھا کہ موقع ملتے ہی اس موضوع پر قلم اُٹھاؤں، پھر جامعہ فاروقیہ کے شعبہ تصنیف وتالیف کے ساتھ منسلک ہوکر حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی تقریر بخاری ''کشف الباری عمافی صحیح البخاری'' کی توضیح، تخریج وتحقیق میں

مصروف رہا، درایں اثناء ماضی قریب میں اسی مسئلہ کے بارے میں ایک بار پھر شور وگل ہوا، اس باطل پروپیگنڈے کی بنا پر بعض طلبا تک اس بارے میں بہت زیادہ تشویش میں مبتلا تھے، کہ ہماری ہی کتب میں اتنے بڑے بڑے فقہاء نے اس مسئلہ کو ذکر کیا ہے، آخراس کی کچھ حقیقت ہوگی تو ہی انہوں نے ذکر کیا ہے نا.......... الخ،

چناں چہ! اُس سابقہ فتویٰ پر از سرِ نو نظر ڈالنے کا موقع ملا، محولہ عنہا کتب سے مراجعت کرنے کے بعد مکمل عبارتیں نہایت احتیاط سے نقل کیں، اُن کے دلائل کا جائزہ، ان کے اصل مأخذ کی طرف رجوع کر کے ان کی حیثیت کو، ان کی ثقاہت کو متعلقہ امہات ُالکتب کی روشنی میں واضح کر دیا گیا، اور صرف یہی نہیں بلکہ ذکر کردہ بحث کی تقویت اور ثقاہت بیان کرنے کے لیے مسئلہ مبحوث عنہا سے متعلق اکابرینِ امت کے وقیع فتاویٰ بھی بابِ دوم میں نقل کر دیئے گئے ہیں، جو اپنی جگہ محض فتاویٰ ہی نہیں، بلکہ دستاویز کی حیثیت رکھتے ہیں، امید ہے کہ طلبا ساتھی اور عامۃ الناس اس کتابچے سے اپنی مقدور بھر استعداد اور قوتِ اخذ کے ساتھ فائدہ اٹھائیں گے، ایسے میں اگر کوئی قابلِ اصلاح بات، مشورہ اور رائے سامنے آئے تو بندہ کو ارسال کر کے عنداللہ ماجور ہوں۔

میں نہایت ہی شکر گذار ہوں صدرِ وفاق المدارس العربیہ حضرت شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان صاحب زید مجدہم العالیہ کا، کہ حضرت اقدس نے اپنی پیرانہ سالی، ضعفِ شدید، پے در پے امراض اور کثرتِ مشاغل کے باوجود بندہ کے سر پر دستِ شفقت رکھتے ہوئے اس مجموعے کو دیکھا حوصلہ افزائی کی خاطر کلماتِ تبریک ثبت فرمائے، اللہ رب العزت تا حیات حضرت اقدس کا مبارک سایہ ہمارے

سروں پر بعافیت قائم ودائم رکھے۔

اور میں استاذِ محترم حضرت مولانا مفتی عبدالباری صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا بھی ممنون ہوں کہ انہوں نے اپنی بہت ساری معروفیات اور مشاغل کے باوجود نہ صرف حوصلہ افزائی کے کلمات بقید قلم فرمائے، بلکہ بدعت کی قباحت وشناعت کو واضح کرنے کے لیے تفصیلی اور جامع ومانع مواد تحریر فرمایا۔

آخر میں بندہ دربارِ خداوندی میں دعا گو ہے کہ وہ اس کاوش میں ہر معین ومد بالخصوص برادرِ مکرم حضرت مفتی طارق امیر خان صاحب حفظہ اللہ (فاضل مدرسہ عربیہ رائے ونڈ، ومتخصص فی الحدیث النبوی ﷺ جامعہ فاروقیہ کراچی) کو اپنی شایانِ شان جزائے خیر عطا فرمائے [کہ حضرت مفتی صاحب نے بلفظہٖ اس مجموعے کو دیکھا اور مفید مشوروں اور آراء سے راہ نمائی بھی فرمائی] اور اس ادنیٰ سی کاوش کو شرفِ قبولیت سے نوازتے ہوئے امت کے لیے نافع بنائے اور مزید سے مزید کی توفیق عطا فرمائے۔

تحقیق وجمع

مفتی محمد راشد ڈسکوی عفا اللہ عنہ

رفیق شعبہ تصنیف وتالیف واستاذ جامعہ فاروقیہ کراچی

۱۹ / ربیع الاول / ۱۴۳۵ ہجری

بابِ اول

انگوٹھے چومنے سے متعلق
بعض فقہائے احناف رحمہم اللہ کی ایک عبارت کی تحقیق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پسِ منظر

ماضی قریب میں چند دوستوں نے اذان میں ذکرِ شہادتین کے وقت انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر لگانے کا ذکر کرتے ہوئے اپنے زعم میں انکشاف کیا کہ اس مسئلہ میں خاتمۃ المحققین علامہ شامی، علامہ طحطاوی اور صاحب جلالین رحمہم اللہ کا فتویٰ بھی یہی ہے، جب یہ پروپیگنڈا زور وشور سے کیا جانے لگا تو خیال ہوا کہ مذکورہ مسئلہ متعلقہ کتب میں دیکھا جائے۔

چناں چہ! مذکورہ کتب کی مراجعت کے بعد معلوم ہوا کہ مبتدعین کا یہ محض ایک پروپیگنڈا ہے کہ ان حضرات کا فتویٰ ''انگوٹھے چومنے کے جواز'' کا ہے، جب کہ حقیقت اِس کے برخلاف ہے، وہ اِس طرح کہ اس مسئلہ سے متعلق ''حاشیہ ابن عابدین'' میں مذکور عبارت کا حاصل یہ ہے کہ علامہ شامی رحمہ اللہ نے دو کتب سے دو قول نقل کیے ہیں، اُن کا اپنا کوئی تجزیہ یا فتویٰ اِس جگہ مذکور نہیں ہے، اُن دونوں عبارتوں کا تجزیہ اور اُن کی حیثیت آگے آرہی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ علامہ صاحب رحمہ اللہ کا اپنا کوئی قول اس جگہ موجود نہیں ہے، بلکہ ان کا طرزِ تحریر خود مبتدعین کے خلاف ایک مضبوط دلیل کی حیثیت بن رہا ہے۔

علامہ طحطاوی رحمہ اللہ کی عبارت ان کی کتاب ”حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح“ میں موجود ہے، علامہ طحطاوی رحمہ اللہ نے بھی دو کتابوں سے دو عبارتیں نقل کی ہیں۔ اور آخر میں ایک جملہ اپنی طرف سے بطورِ نتیجہ یا تجزیہ کے ذکر کیا ہے، اِن دونوں کتابوں سے منقول عبارتوں اور علامہ صاحب رحمہ اللہ کے تجزیئے سے متعلق فقہاءِ کرام کی تحقیقات اور آراء آگے آرہی ہیں۔

”صاحب جلالین کا فتویٰ“ کے بارے میں حقیقت یہ ہے کہ صاحبِ جلالین، یعنی: علامہ جلال الدین محلی صاحب رحمہ اللہ نے ”تفسیرِ جلالین“ میں کہیں بھی ایسی کوئی بات ذکر نہیں کی۔

البتہ ”تفسیر جلالین“ میں سورۂ اُحزاب کی آیت نمبر: ۵۶ کے حاشیہ میں اس مسئلہ سے متعلق ایک تفصیلی عبارت منقول ہے، تفسیرِ جلالین کے اس حاشیہ سے متعلق (جو ہماری ہندی مطبوعہ تفسیرِ جلالین پر مطبوع ہے) پہلی بات تو جاننے کی یہ ہے کہ یہ حاشیہ تیس کے قریب مختلف تفاسیر سے منتخب کردہ ہے، لیکن محشّی کون ہے؟! اِس بارے میں کسی کو کچھ معلوم نہیں ہے، شاید یہی وجہ ہے کہ اس حاشیہ میں بہت سے مقامات پر رطب ویابس اور غیر مستند باتیں بھی موجود ہیں، البتہ حواشی کے آخر میں محوّلہ تفسیر کا حوالہ اکثر مذکور ہوتا ہے۔

چناں چہ! مبحوث عنہا حاشیہ ”تفسیر روح البیان“ سے نقل کردہ ہے، ملاحظہ ہو: (الشيخ إسماعيل حقي البروسي رحمه الله کی تفسیر: روح البیان، ۷/ ۲۲۸، ۲۲۹، سورة الأحزاب، رقم الآية: ۵۶، مطبعہ عثمانیہ) لہٰذا! اس تیسری عبارت کے بارے میں اصل نسبت الشيخ إسماعيل حقي البروسي رحمه الله کی

تفسیر: ''روح البیان'' کی طرف کی جانی چاہیے، نہ کہ تفسیر جلالین کی طرف۔

چناں چہ! تفسیر روح البیان کے اس مقام میں بھی دو کتابوں سے استحباب کی عبارت منقول ہے، اُس کے بعد دو کتابوں سے اس عمل کے موضوع ہونے کی عبارت منقول ہے، آخر میں صاحب روح البیان کا اپنا کلام ہے، جو استحباب کی طرف مُشیر ہے۔ ان سب عبارات پر تفصیلی کلام آگے آرہا ہے۔

چناں چہ! ذیل میں پہلے متعلقہ کتب کی عبارات اور پھر ان پر تجزیہ پیش کیا جائے گا۔

''حاشیہ ابن عابدین'' کی عبارت

" یستحب أن یقال عند سماع الأولیٰ من الشهادة: "صلّی الله علیك یا رسول الله"، وعند الثانیة منها: "قَرَّتْ عینِيْ بِكَ یا رسولَ الله"، ثم یقول: "اللّهم متّعنِيْ بالسمع والبصر" بعد وضعِ ظُفُرَيِ الإبهامَین علی العینین، فإنّه علیه السلام یکون قائداً له إلیٰ الجنة، کذا في "کنز العباد" اه قهستاني، ونحوُه في "الفتاویٰ الصوفیة".

وفي کتاب الفردوس: "من قبّل ظُفرَيْ إبهامَیه عند سماعِ "أشهد أنَّ محمداً رسول الله" في الأذان، أنا قائدُه ومُدخِلُه في صُفوفِ الجنّة". وتمامُه

في حواشي البحر للرملي عن المقاصد الحسنة للسخاوي.

وذكر ذالك الجرّاحيُّ وأطال، ثم قال: "ولم يصِحَّ في المرفوع من كل هذا شيئٌ". (حاشية ابن عابدين، كتاب الصلاة، باب الأذان: ٦٢٨/٢، دار الثقافة والتراث، دِمَشق)

ترجمہ:(أذان میں)پہلی شہادت کے سننے کے وقت"صلّى الله عليك يا رسول الله"اوردوسری شہادت کے سننے کے وقت "قرّتْ عيني بِكَ يا رسولَ الله'' (اے اللہ کے رسول! آپ کے سبب میری آنکھوں کوٹھنڈک حاصل ہوئی) کہنا مستحب ہے، پھر اس کے بعد دونوں انگوٹھوں کے ناخن آنکھوں پر رکھ کر یہ دعا کرے: "اللّهم متّعنِيْ بالسمع والبصر"(اے اللہ! مجھے قوتِ سماعت اور بینائی کی دولت نواز دے)اس لیے کہ آپ ﷺ ایسا کرنے والے کو جنت کی طرف لے جائیں گے، دیکھیے: ''کنز العباد'' اور''قہستانی''۔ اور اسی طرح ''فتاویٰ صوفیہ'' میں ہے۔

اور''کتاب الفردوس'' میں ہے:'' جس شخص نے أذان میں "أشهد أنّ محمداً رسول الله" سنتے وقت اپنے دونوں انگوٹھوں کے ناخنوں کو چوما، میں اسے جنت کی صفوں میں

داخل کروں گا"، اور اس بحث کی پوری تفصیل علامہ سخاویؒ کی کتاب "المقاصد الحسنۃ" کے حوالے سے علامہ رملیؒ کے البحر الرائق کے حواشی میں ہے۔ علامہ جراحیؒ نے اسے تفصیل سے بیان کرنے کے بعد کہا ہے کہ "اس بحث میں کوئی بھی مرفوع روایت صحیح نہیں ہے"۔

"حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح" کی عبارت

"ذكر القهستاني عن كنز العباد أنه: "يستحب أن يقول عند سماع الأولىٰ من الشهادتين للنبي ﷺ: "صلى الله عليك يا رسول الله"، وعند سماع الثانية: "قَرَّتْ عينِي بِكَ يا رسولَ الله، اللهم متِّعْنِي بالسمع، والبصر" بعد وضع إبهاميه على عينيه، فإنه ﷺ يكون قائدا له في الجنة".

وذكر الديلمي في الفردوس من حديث أبي بكر الصديق رضي الله عنه مرفوعاً: "مَن مسَح العينِ بباطن أنملة السبابتين بعد تقبيلهما عند قول المؤذن "أشهد أن محمدا رسول الله"، وقال: "أشهد أن محمداً عبده ورسوله، رضيت بالله رباً وبالإسلام ديناً وبمحمدٍ ﷺ نبيّاً"، حلَّتْ له شفاعَتِي اه. وكذا رُوِي

عن الخضر عليه السلام، وبمثله يُعمَل في الفضائل. (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب الأذان: ١/٢٠٥، ٢٠٦، دار الكتب العلمية)

ترجمہ: "قہستانی" نے "کنز العباد" سے نقل کیا ہے کہ: پہلی شہادتِ رسالت کے سننے کے وقت اپنے دونوں انگوٹھے آنکھوں پر رکھ کر "صلّى الله عليك يا رسول الله" اور دوسری شہادت کے سننے کے وقت "قَرَّتْ عَيْنِي بِكَ يا رسولَ الله، اللّهم متِّعْنِي بالسمعِ، والبصرِ" کہنا مستحب ہے، اس لیے کہ آپ ﷺ ایسا کرنے والوں کو جنت میں لے جائیں گے۔ دیلمیؒ نے "کتاب الفردوس" میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث نقل کی ہے: "جو شخص مؤذن کی اس شہادت "أشهد أنَّ محمداً رسولُ الله" سنتے وقت اپنی انگلیوں کے پوروں کو چوم کر اپنی آنکھوں پر پھیرے اور یہ کہے کہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، میں اللہ کے رب ہونے اور اسلام کے دین ہونے اور محمد ﷺ کے نبی ہونے پر راضی ہوا، تو اس کے لیے میری شفاعت واجب ہوگئی۔ اور اسی طرح حضرت خضر علیہ السلام سے روایت کیا گیا ہے، اور فضائل میں اس طرح کی

باتوں پر عمل کرلیا جاتا ہے"۔

تفسیر جلالین کے حاشیہ (منقول از روح البیان) کی عبارت

"ثم إن للصلاة والتسليمات مواطن، فمنها: أن يصلي عند سماع إسمه الشريف في الأذان، قال القهساني في "شرحه الكبير" نقلاً عن "كنز العباد": إعلم أنه يستحب أن يقال عند سماع الأولىٰ من الشهادة: "صلى الله عليك يا رسول الله"، وعند سماع الثانية: "قرةُ عينِي بك يا رسولَ الله"، ثم يقال: اللهم متعني بالسمع والبصر، بعد وضع ظفر الإبهامين على العينين؛ فإنه أنا قاعدٌ له إلى الجنة.

وحضرت شیخ امام ابو طالب محمد بن علی المکی رفع اللہ درجتہ در "قوت القلوب" روایت کردہ از ابن عیینہ رحمہ اللہ کہ حضرت پیغمبر ﷺ بمسجد در آمد، وابوبکر رضی اللہ عنہ بظہر ابہامین چشم خود را مسح کرد، وگفت: قرۃ عینی بک یارسول اللہ وچون بلال رضی اللہ عنہ از اذان فراغتی روی نمود حضرت رسول اللہ ﷺ فرمود کہ ای ابا بکر ہر کہ بگوید آنچہ تو گفتی از روی شوق بلقای من وبکند آنچہ تو کردی خدای درگذارو گناھاں ویرا آنچہ باشد نو وکہنہ خطاو عمد ونہان واشکارا در مضمرات برین وجہ نقل کردہ۔

وقال عليه السلام: "من سمع إسمي في الأذان، فقبّل ظفري إبهاميه، ومسح على عينيه لم يعم أبداً".

قال الإمام السخاوي في "المقاصد الحسنة": إن هذا الحديث لم يصح في المرفوع؛ والمرفوع من الحديث: هو ما أخبر الصحابي عن قول رسول الله -

وفي شرح اليماني: "ويكره تقبيل الظفرين، ووضعهما على العينين؛ لأنه لم يرِد فيه، والذي ورد فيه ليس بصحيح".

يقول الفقير: "قد صح من العلماء تجويز الأخذ بالحديث الضعيف في العمليات، فكون الحديث المذكور غير مرفوع لا يستلزم ترك العمل بمضمونه، وقد أصاب القهستاني في القول باستحبابه، وكفانا الإمام المكي في كتابه؛ فإنه قد شهد الشيخ السهروردي في "عوارف المعارف" بوفور علمه وكثرة حفظه وقوة حاله، وقيل جميع ما أورده في كتابه "قوت القلوب"، ملخصاً من الروح البيان. ولقد فصلنا الكلام وأطنبناه؛ لأن بعض الناس ينازع فيه؛

لقلة علمه". (حاشيةٌ مطبوعةٌ على تفسيرِ الجلالين، سورة الأحزاب، رقم الآية:٥٦، ٣/ ٧٩، ٨٠، مكتبة البشرىٰ وص:٣٥٧، قديمي ومنقولةٌ من تفسيرِ روحِ البيان للشيخ إسماعيل حقي البروسي رحمه الله، سورة الأحزاب، رقم الآية: ٥٦، ٧/ ٢٢٨، ٢٢٩، مطبعة عثمانية)

ترجمہ: ''پھر درود وسلام کے کچھ مواقع ہیں، منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ: اَذان میں آپ ﷺ کا نامِ نامی سن کران پر درود بھیجے۔قہستانی ؒ نے ''کنز العباد'' سے نقل کرتے ہوئے اپنی ''شرح کبیر'' میں ذکر کیا ہے کہ: جان لو کہ پہلی شہادت کے سننے کے وقت اپنے دونوں انگوٹھے دونوں آنکھوں پر رکھنے کے بعد "صلى الله عليك يا رسول الله" اوردوسری شہادت کے سننے کے وقت "قُرَّةُ عَيْنِيْ بِكَ يا رسولَ الله" (اے اللہ کے رسول! میری آنکھوں کی ٹھنڈک آپ سے ہے) کہنا مستحب ہے، پھراس کے بعد یہ دعا کی جائے: "اللهم متعني بالسمع والبصر"تو آپ ﷺ ایسا کرنے والے کو جنت میں لے جائیں گے۔

حضرت شیخ امام ابو طالب محمد بن علی المکی رفع اللہ درجتہ نے ابن عیینہ رحمہ اللہ سے ''قوت القلوب'' میں روایت

کیا ہے کہ حضور ﷺ مسجد میں تشریف لائے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے انگوٹھوں سے اپنی آنکھوں پر مسح کیا، اور کہا "قُرَّۃُ عَیْنِیْ بِکَ یا رسولَ الله" اور جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ اُذان سے فارغ ہوئے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے ابو بکر! ہر وہ شخص جو میری ملاقات کے شوق میں وہ کلمات کہے جو تم نے کہے، اور جو فعل تم نے کیا وہ بھی کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے نئے، پرانے، خطاءً، عمداً، پوشیدہ اور ظاہر ہر طرح کے گناہوں کو معاف فرما دیتے ہیں، "مضمرات" میں اسی طرح نقل کیا گیا ہے۔

اور آپ ﷺ نے فرمایا: "جس شخص نے میرا نام اُذان میں سنا، پھر اپنے دونوں انگوٹھوں کے ناخنوں کو چوما اور اپنی آنکھوں پر پھیرا، وہ کبھی غمگین نہیں ہوگا"۔ امام سخاویؒ نے "المقاصد الحسنۃ" میں فرمایا کہ: "یہ حدیث مرفوعاً ثابت نہیں ہے" اور مرفوع حدیث وہ کہلاتی ہے جس میں کوئی صحابی رسول اللہ ﷺ کے کسی قول کی خبر دے۔

اور "شرح الیمانی" میں ہے: "دونوں (انگوٹھوں کے) ناخنوں کو چومنا اور انہیں آنکھوں پر رکھنا مکروہ ہے، اس لیے کہ اس سلسلے میں کوئی چیز وارد نہیں ہے، اور جو کچھ وارد ہے وہ صحیح نہیں"۔

فقیر (شیخ اسماعیل حقیؒ) کہتا ہے کہ: "(فضائلِ)

اعمال کے باب میں ضعیف حدیث پر عمل کرنے کا جواز علماء سے
صحت کے ساتھ ثابت ہے، پس مذکورہ حدیث کا غیر مرفوع ہونا
اُس کے مضمون پر عمل نہ کرنے کو مستلزم نہیں۔ اور قہستانی ؒ اپنی
استحباب کی رائے میں درست ہیں، اور ہمارے لیے امام مکیؒ کی
اپنی کتاب میں ذکر کردہ بات کافی ہے، اس لیے کہ شیخ سہروردیؒ
نے ''عوارف المعارف'' میں ان (امام مکیؒ) کی وسعتِ علم،
کثرتِ حفظ اور قوتِ حالی کی شہادت دی ہے۔ اور کہا گیا ہے:
کہ جو کچھ انہوں نے اپنی کتاب ''قوت القلوب'' میں ذکر کیا
ہے، وہ ''روح البیان'' کی تلخیص ہے، اور ہم نے (اس موضوع
پر) کافی تفصیلی کلام کرلیا ہے، اس لیے کہ بعض لوگ اس مسئلہ
میں اپنی کم علمی کے سبب تنازع کرتے ہیں''۔

قابلِ تحقیق اُمور

مذکورہ بالا عبارات دیکھنے کے بعد دو اُمور قابلِ تحقیق معلوم ہوتے ہیں:

(۱)..................اُذان واقامت میں انگوٹھا چوم کر آنکھوں پر لگانے کا حکم

(۲)..................مذکورہ کتب میں استحباب کا قول مذکور ہونا

پہلی بحث: اُذان واقامت میں شہادتین کے وقت انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر لگانے کے بارے میں قولِ فیصل یہ ہے کہ مذکورہ عمل نہ مسنون ہے اور نہ ہی مستحب، بلکہ بدعت ہے۔

دوسری بحث: چند کتب فقہ میں اس فعل کے استحباب کا ذکر۔ اس میں دو پہلو قابلِ ذکر ہیں:

۱۔ مذکورہ "قولِ استحباب" کے لیے مستدل حدیث کی حیثیت۔

۲۔ اس حدیث کے ماخذ کا بیان۔

مذکورہ تینوں کتب میں جس حدیث کو بنیاد بنایا گیا ہے، وہ "حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح" اور "المقاصد الحسنۃ" میں الفاظ کے قدرے فرق کے ساتھ موجود ہے، ذیل میں وہ روایت "حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح" سے نقل کی جاتی ہے:

وذكر الديلمي في الفردوس من حديث أبي بكر الصديق ص مرفوعاً: "مَن مسَح العين بباطن أنملة السبابتين بعد تقبيلهما عند قول المؤذن "أشهد أن محمدا رسول الله"، وقال: "أشهد أن محمداً عبده ورسوله، رضيت بالله رباً وبالإسلام ديناً وبمحمدٍ ﷺ نبيّاً"، حلّتْ له شفاعَتِي اه .

اور دوسری روایت جس کو بنیاد بنایا جاتا ہے، جس کی طرف علامہ طحطاوی رحمہ اللہ نے اشارہ کیا ہے اور علامہ سخاوی رحمہ اللہ نے اسے مکمل ذکر کیا ہے، وہ یہ ہے:

عن خضر عليه السلام: أنه من قال حين يسمع المؤذن، يقول: "أشهد أن محمداً رسولُ الله" مرحباً بحبيبي، وقرة عيني محمد ا، ثم يُقبّل إبهاميه

ویجعلهما علی عینیه، لم یرمَد أبداً.

ان میں سے پہلی حدیث کے بارے میں علامہ سخاوی، ملا علی قاری، علامہ طاہر پٹنی اور علامہ محمد الامیر الکبیر المالکی رحمہم اللہ نے "لا یصح" کہتے ہوئے موضوع ہونے کا فیصلہ کیا ہے، ملاحظہ ہو:

(المقاصد الحسنة، حرف المیم، رقم الحدیث: ١٠١٩، ص: ٤٤٠، دار الكتب العلمية)

(الموضوعات الكبرىٰ للقاري، حرف المیم، رقم الحدیث: ٨٢٩، ص: ٢١٠، قدیمي كتب خانه)

(تذكرة الموضوعات لطاهر الفتني، باب الأذان ومسح العینین فیه، ص: ٣٤، كتب خانه مجیدیة، ملتان)

(النخبة البهیّة في الأحادیث المكذوبة علی خیر البریة، رقم الحدیث: ٣١٦، ص: ١٧، المكتب الإسلامي)

اور پھر اس سے بھی آگے بڑھتے ہوئے علامہ سخاویؒ اور علامہ شامیؒ نے علامہ جراحیؒ کا قول نقل کرتے ہوئے یہ بھی کہہ دیا ہے: "مجموعہ احادیث میں اس مسئلہ کے بارے میں کوئی صحیح، مرفوع حدیث نہیں ہے"، چنانچہ فرماتے ہیں: "ولم یصِحَّ في المرفوع من كل هذا شيئٌ"، ملاحظہ ہو:

(المقاصد الحسنة، حرف المیم، رقم الحدیث: ١٠١٩، ص: ٤٤٠، دار الكتب العلمية)

(حاشية ابن عابدين، كتاب الصلاة، باب الأذان: ٢/٦٢٨، دار الثقافة والتراث، دِمَشق)

اور "المقاصد الحسنہ" کی تعلیقات میں تو واضح لکھا ہے کہ صرف یہی نہیں کہ مجموعہ احادیث میں اس مسئلہ کے بارے میں کوئی صحیح، مرفوع حدیث نہیں ہے، بلکہ اس عنوان سے متعلق سب مرویات موضوع اور بے سند ہیں، ملاحظہ ہو:

"وحكى الخطابي في شرح مختصرة خليل حكاية أخرىٰ غير ما هنا وتوسع في ذٰلك ولا يصح شيئ من هذا في المرفوع كما قال المؤلف، بل كله مختلق موضوع". (المقاصد الحسنة، حرف الميم، رقم الحديث: ١٠١٩، ص: ٤٤٠، ٤٤١، دار الكتب العلمية)

ایک ممکنہ اعتراض کا جواب

اور اگر یہ کہا جائے کہ چلو مرفوعاً نہ سہی، موقوفاً تو بہر حال ثابت ہے، اور اتنی بات عمل کے لیے کافی ہوتی ہے، جیسا کہ ملا علی قاری ؒ نے "الموضوعات الکبریٰ" میں لکھا ہے، ملاحظہ ہو:

"قلت: وإذا ثبت رفعه على الصديق، فيكفي العمل به لقوله ﷺ: "عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين". (الموضوعات الكبرىٰ للقاري، حرف

المیم، رقم الحدیث: ۹۲۹، ص: ۲۱۰، قدیمي کتب خانه).

ترجمہ: ''جب اس حدیث کا رفع حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تک صحیح ہوگیا، تو حدیثِ نبوی ﷺ: ''علیکم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدین'' کی وجہ سے اتنا عمل کے لیے کافی ہے''۔

ملا علی قاریؒ کی ایک بات کی تحقیق

تو اس بارے میں عرض یہ ہے کہ اس مقام پر ملا علی قاریؒ سے ذہول ہوگیا ہے، اس لیے کہ اس ''حدیث'' کی تو سند ہی ثابت نہیں ہے، تو پھر اس کے موقوفاً صحیح یا ثابت ہونے کا کیا مطلب؟! یعنی یہ بات نہیں ہے کہ اگر مرفوع حدیث صحیح نہیں تو موقوف صحیح ہوگی، کیوں کہ یہ تو روایت ہی بے سند ہے۔

ملا علی قاریؒ کی اس بات کے بارے میں علامہ عبدالفتاح ابوغدہ رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

''ومن العجیب أن المؤلف لمّا نقل في الموضوعات الکبریٰ قول السخاويؒ: ''وأورده الشیخ أحمد الرّداد في کتابه: ''موجبات الرحمة'' بسند فیه مجاهیل مع انقطاعه عن الخضر علیه السلام، وکل ما یروی في هذا، فلا یصح رفعه البتة''، تعقبه بقوله: ''وإذا

ثبت رفعه إلىٰ الصديق، فيكفي العمل به لقوله ﷺ: "عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين"، فكان تعقبه لا معنىٰ له إلا الخطاء، إذ لم يصح إسناده إلىٰ أبي بكرٍ". (المصنوع في معرفة الحديث الموضوع، رقم الحديث: ٣٠٠، ص: ١٦٩، ١٧٠، سعيد)

ترجمہ: ''عجیب بات یہ ہے کہ مؤلفؒ نے (مذکورہ حدیث کے بارے میں) موضوعات کبریٰ میں علامہ سخاویؒ کا قول نقل کیا (جس سے حدیث کا موضوع ہونا ثابت ہوتا ہے)، اورخود ہی اس (قول ذکر کرنے) کے بعد اپنا یہ قول (جب اس حدیث کا رفع حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تک صحیح ہو گیا، تو حدیثِ نبوی ﷺ: "عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين" کی وجہ سے اتنا عمل کے لیے کافی ہے) ذکر کیا ہے، پس اُن کے اپنے بعد والے قول کے کوئی معنیٰ نہیں ہیں، سوائے اس کے کہ اُن سے خطاء ہو گئی ہے، اس لیے کہ اس حدیث کی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تک بھی سند ثابت نہیں ہے۔

علمِ حدیث میں مذکورہ روایت کی حیثیت

اور اگر کوئی اس حدیث کو ''حسن'' یا ''ضعیف'' مانے (جیسا کہ بعض اہلِ بدعت کا قول ہے: ''صحیح نہ ہونے سے کسی حدیث کا ضعیف ہونا لازم نہیں آتا، کیوں

کہ ''صحیح'' کے بعد ''حسن'' کا درجہ باقی ہے،لہٰذا یہ حدیث اگر ''حسن'' بھی ہو تو بھی عمل کے لیے کافی ہے''۔) تو بھی اس بات کو تسلیم کرنا ممکن نہیں ہے،اس لیے کہ کتب ضعفاء میں یا کتب موضوعات میں جب کسی حدیث کے بارے میں "لا یصح" کا لفظ بولا جاتا ہے تو اس سے مراد ''موضوع'' ہی ہوتا ہے،نہ کہ حسن یا ضعیف۔الشیخ عبد الفتاح ابوغدہ رحمہ اللہ نے ''المصنوع في معرفة الحديث الموضوع'' کے مقدمہ میں اس بات کو تفصیل سے ذکر کیا ہے،ملاحظہ ہو:

"قولهم في الحديث: "لا يصح"، أو "لا يثبت" ....ونحو هذه التعابير إذا قالوه في كتب الضعفاء أو الموضوعات، فالمراد به أن الحديث المذكور موضوع، لا يتصف بشيئ من الصحة؛ وإذا قالوه في كتب أحاديث الأحكام، فالمراد به نفي الصحة الاصطلاحية". (المصنوع في معرفة الحديث الموضوع، ص: ٢٧، قديمي)

بلکہ علامہ زاہد الکوثری رحمہ اللہ نے تو اس بات کو پوری وضاحت کے ساتھ صاف صاف بیان فرما دیا ہے کہ کتب ضعفاء میں جس حدیث کے بارے میں "لا یصح" کہہ دیا جائے،تو اس سے ''حسن'' مراد نہیں لے سکتے،بلکہ وہ حدیث باطل ہے،ملاحظہ ہو:

"إن قول النقاد في الحديث: "إنه لا يصح" بمعنى أنه باطل في كتب الضعفاء والمتروكين، لا

بمعنیٰ أنه حسن، وإن لم يكن صحيحاً، كما نص علىٰ ذٰلك أهل الشأن، بخلاف كتب الأحكام، كما أوضحت ذٰلك في مقدمة "انتقاد المغني". (مقالات الكوثري، حول حديثين في حديث من أحاديث رمضان،ص: ٤٢، دارالسلام)

"معجم المصطلحات الحدیثیہ"

میں بھی یہی بات پوری تفصیل سے مذکور ہے، ملاحظہ ہو:

قوله:" لا يصح". هي لفظةٌ يستعملها المحدثون للإخبار عن عدمِ ثبوت الحديث في درجة الصحيح، فقولهم في الحديث: "لا يصح"، أو "لا يثبت"، أو "لم يصح"، أو "لم يثبت"، أو "ليس بصحيح"، أو "ليس بثابتٍ"، أو "غيرُ ثابتٍ"، أو "لا يثبت فيه شيئ"، ونحو هٰذه الألفاظ، إذ قالوها في كتب الضعفاء أو الموضوعات؛ فمرادهم بها: أن الحديث المذكور موضوع، لا يتصف بشيئ من الصحة.

وأما إذا قالوها في كتب أحاديث الأحكام؛ فمرادهم بها نفي الصحة الإصطلاحية؛ لأن فيها عدم

صحة الحديث لا يلزم أن يكون موضوعاً. (معجم المصطلاحات الحديثية، حرف اللام، لا يصح، ص: ٤٤٣، مكتبة زمزم للطباعة والنشر والتوزيع، كراتشي)

محدثین کرام رحمہم اللہ اس قول "لا يصح" کو کسی حدیث کے صحیح نہ ہونے کی خبر دینے کے لیے استعمال کرتے ہیں، پس محدثین کرام رحمہم اللہ ان الفاظ "لا يصح"، أو "لا يثبت"، أو "لم يصح"، أو "لم يثبت"، أو "ليس بصحيح"، أو "ليس بثابتٍ"، أو "غيرُ ثابتٍ"، أو "لا يثبت فيه شيئ"، کا استعمال جب کتبِ ضعفاء میں ہو یا کتبِ موضوعات میں ہو تو محدثین کی ان الفاظ سے مراد اس حدیث کے موضوع ہونے کو بتلانا ہوتا ہے، کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے.

اور جب محدثین ان الفاظ کا استعمال احادیث احکام کی کتب میں کرتے ہیں تو ان کی مراد اصطلاحی صحت کی نفی کی خبر دینا ہوتا ہے، کتبِ احادیثِ احکام میں ''عدمِ صحت'' موضوع ہونے کو مستلزم نہیں ہوتی۔

چناں چہ! معترض کی بات (صحیح نہ ہونے سے کسی حدیث کا ضعیف ہونا لازم نہیں آتا، کیوں کہ ''صحیح'' کے بعد ''حسن'' کا درجہ باقی ہے، لہٰذا یہ حدیث اگر ''حسن'' بھی ہو تو بھی عمل کے لیے کافی ہے) کا کسی درجہ میں بھی اعتبار نہیں کیا جا سکتا، اور مذکورہ حدیث باطل ہے۔

ملا علی قاریؒ کا مذکورہ کلام (کہ روایت اگرچہ مرفوعاً ثابت نہیں، موقوفاً ثابت ہے) اس لیے بھی محلِ نظر ہے کہ ملا علی قاریؒ ہی کے نزدیک حافظ سخاویؒ یا دیگر محدثین کا یہ کلام (لا یصِحُّ) لم یثبُتُ کے معنیٰ میں بھی ہوتا ہے، مثلاً: ملا علی قاریؒ "الأسرار المرفوعہ" میں ہی حدیث: "من طاف بهذا البيت أسبوعاً...... إلخ" کے تحت لکھتے ہیں:

"...........لا يقال: إنه موضوع، غايته أنه ضعيف، مع أن قول السخاوي: لا يصح، لا ينافي الضعف والحسن، إلا أن يريد به أنه لا يثبت، وكأن المنوفي فهم هذا المعنى حتى قال في "مختصره": إنه باطل، لا أصل له. (الأسرار المرفوعة في الأخبار الموضوعة، حرف الميم، رقم الحديث: ٥٠١، ص: ٣٣٥م المكتب الإسلامي)

اس کلام سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ملا علی قاریؒ کے نزدیک بھی لفظِ لا یصِح بعض اوقات لم یثبُت کے معنیٰ پر محمول ہوتا ہے۔ زیرِ بحث موقع پر اگرچہ ملا علی قاریؒ نے روایت کے موقوف ہونے کی رجحان ظاہر فرمایا ہے، لیکن صحیح یہ ہے کہ لا یصح یہاں لم یثبُت کے معنیٰ میں ہے، جیسا کہ علامہ زاہد الکوثریؒ اور شیخ أبو غدۃؒ کے کلام سے ظاہر ہے، اس لیے ملا علی قاریؒ کا کلام ان کی ہی تصریحات کی روشنی میں محلِ نظر ہے، اور صحیح یہ ہے کہ یہاں (لا یصِحُّ) لم یثبُتُ کے معنیٰ پر محمول ہے، جس کے نتیجے میں مذکورہ حدیث باطل اور موضوع کے حکم میں ہوگی۔

دوسری روایت کی تحقیق

دوسری روایت ''جو حضرت خضر علیہ السلام سے مروی ہے'' کے بارے میں علامہ سخاوی، علامہ طاہر پٹنی اور ملا علی قاری رحمہم اللہ نے لکھا ہے کہ اس روایت کی سند میں بہت سے راوی ایسے ہیں، جو مجہول ہیں۔ ملاحظہ ہو:

"وكذا ماأورده أبو العباس أحمد بن أبي بكر الرّداد اليماني المتصوف في كتابه "موجبات الرحمة وعزائم المغفرة" بسند فيه مجاهيل مع انقطاعه عن الخضر عليه السلام أنه: مَن قال حين سمع ....إلخ".

(المقاصد الحسنة للسخاوي، حرف الميم، رقم الحديث: ١٠١٩، ص: ٤٤١، دارالكتب العلمية)

(الموضوعات الكبرىٰ للقاري، حرف الميم، رقم الحديث: ٨٢٩، ص: ٢١٠، قديمي كتب خانه)

(تذكرة الموضوعات لطاهر الفتني، باب الأذان ومسح العينين فيه، ص: ٣٤، كتب خانه مجيدية ملتان)

ابو العباس احمد بن ابی بکر الرّداد یمانی صوفی اپنی کتاب "موجبات الرحمة وعزائم المغفرة" میں حضرت خضرؑ کی منقطع روایت کو ایسی سند کے ساتھ ذکر کیا ہے جس میں

بہت سارے راوی مجہول ہیں (یعنی ان کا تذکرہ ہی کتب اسماء الرجال میں نہیں ملتا)۔

الغرض یہ تو اُن روایت کا حال تھا، جن سے استدلال کیا جاتا ہے۔ اب ایک نظر اُن کتب پر بھی ڈال لینی چاہیے، جن میں سے یہ روایات نقل کی جاتی ہیں، یا جن کتب میں یہ مسئلہ مذکور ہے۔

روایات کے مأخذ کا بیان

چناں چہ! علامہ شامی رحمہ اللہ نے اس مسئلہ اور روایات کے مأخذ میں کنز العباد، قہستانی، کتاب الفردوس اور فتاویٰ صوفیہ کا حوالہ دیا ہے،

علامہ طحطاوی رحمہ اللہ نے کتاب الفردوس اور کنز العباد کا حوالہ دیا ہے،

صاحب تفسیر روح البیان نے اس مسئلہ میں حوالہ قہستانی اور قوت القلوب کا دیا ہے۔

مجموعی طور پر مذکور تمام کتب غیر معتبر ہیں، ان کتب کے صرف وہ مسائل معتبر شمار ہوں گے، جن کی تائید دوسری معتبر کتب سے ہو جائے۔

"کنز العباد" کے بارے میں علامہ لکھنوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وكذا "كنز العباد "فإنه مملوءٌ من المسائل الواهية والأحاديث الموضوعة، لا عبرةَ له، لا عند الفقهاء ولا عند المحدثين، قال علي القاري في طبقات الحنفية: "علي بن أحمد الغوري.........................وله

"كنز العبادفي شرح الأوراد"، قال العلامة جمال الدين المرشدي: فيه أحاديث بسمجة موضوعة لا يحل سماعها، انتهى"[1]. (النافع الكبير على الجامع الصغير، مقدمة الجامع الصغير، الفصل الأول في ذكر طبقات الفقهاء والكتب، ص:٢٧، إدارة القرآن كراتشي)

اور اسی طرح "کنز العباد" میں ایسے مسائل واہیہ اور احادیثِ موضوعہ بھری ہوئی ہیں، جن کا محدثین اور فقہاء کے نزدیک کوئی اعتبار نہیں، ملاعلی قاریؒ "طبقاتِ حنفیہ" میں فرماتے ہیں کہ علی بن احمد الغوریؒ کی ایک کتاب "كنز العباد في شرح الأوراد" ہے۔ علامہ جمال الدین المرشدیؒ فرماتے ہیں: اس کتاب میں ایسی موضوع احادیث بھری ہوئی ہیں، جن کا سننا صحیح نہیں ہے۔

"فتاویٰ صوفیہ" کے بارے میں حاجی خلیفہؒ، علامہ زرکلیؒ اور علامہ لکھنویؒ فرماتے ہیں:

" الفتاوىٰ الصوفية في طريق البهائية" لفضل الله محمد بن أيوب المنتسب إلىٰ ماجو . قال صاحب كشف الظنون: قال المولىٰ البركلي: الفتاوىٰ الصوفية

ليست من الكتب المعتبرة، فلا يجوز العمل بما فيها إلا إذا علم موافقتها للأصول"..(كشف الظنون عن أسامي الكتب والفنون، حرف الفاء: ١٢٢٥/٢،دار إحياء التراث العربي، بيروت)

(الأعلام للزركلي، الماجوري:٤٧/٦، دار العلم للملايين، بيروت)

(النافع الكبير على الجامع الصغير، مقدمة الجامع الصغير، الفصل الأول في ذكر طبقات الفقهاء والكتب،ص:٢٧، إدارة القرآن كراتشي)

ترجمہ:"الفتاوىٰ الصوفية في طريقة البهائية" علامہ فضل اللہ محمد بن ایوب۔جو ماجو کی طرف منسوب ہے اور ان کی وفات ٦٦٦ ہجری میں ہوئی - کی تصنیف ہے،مولیٰ برکلیؒ فرماتے ہیں:" فتاویٰ صوفیہ معتبر کتب میں سے نہیں ہے، اس میں موجود کسی مسئلہ پر اس وقت تک عمل نہیں کرنا چاہیے جب تک اس مسئلہ کی موافقت اصول کے مطابق صحیح نہ ہو جائے"۔

"قہستانی" کے بارے میں علامہ لکھنوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قہستانی کی کتاب "جامع الرموز" ہے،ان کا پورا نام شمس الدین محمد خراسانی القہستانی ہے،انہوں نے "کنز العباد" سے نقل کرتے ہوئے مذکورہ مسئلہ ذکر کیا ہے،

''علامہ عصام الدین'' قہستانی کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ اپنے زمانے میں صرف کتابوں کی خرید وفروخت کرتے تھے، اور اپنے ہم عصر علماء کے درمیان نہ ہی بطورِ فقیہ مشہور تھے اور نہ ہی فقہ کے علاوہ کسی اور علم کے ماہر۔ اس بات کی [illegible] سے ہوتی ہے کہ انہوں نے اپنی اس کتاب میں ہر کچی پکی بات اور صحیح اور ضعیف بات بغیر تصحیح اور تدقیق کے جمع کردی ہے ملاحظہ ہو:

وقال المولىٰ عصام الدين في حق القهستاني:

"إنـه ....لا يعرف الفقهَ ولا غيرَه بين أقرانه ويؤيده أنـه يـجـمـع فـي شـرحـه هـٰذا بيـن الغث والسمين، والـصـحيح والضعيف من غير تصحيح ولا تدقيق، فهو كحـاطـب الـليل جامع بين الرطب واليابس في النيل، وهـو الـعـوارض فـي ذم الروافض، إلخ". (النافع الكبير عـلـى الـجامع الصغير، مقدمة الجامع الصغير، الفصل الأول في ذكر طبقات الفقهاء والكتب، ص: ٢٧، إدارة القرآن كراتشي)

''قہستانی'' کے بارے میں علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"والـقـهستـاني" كجارف سيل وحاطب ليل.

(تـنـقـيـح فتـاوىٰ الـحـامـدية، كتاب الحظر والإباحة: ٣٥٦/٢، حقانية.

وکذا في عمدة الرعاية على شرح الوقاية، ص: ١٠، مكتبة إمدادية، ملتان)

ترجمہ: ''قہستانی'' ہر مُحقَّق اور غیرِ مُحقَّق مسائل کو جمع کرنے والے ہیں۔ (''جارف سیل'' کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جس طرح سیلاب اپنے ساتھ ہر قسم کی خس وخاشاک کو بہا لاتا ہے، اسی طرح قہستانی نے اپنی کتاب میں ہر قسم کے (معتبر اور غیر معتبر) مسائل جمع کر دیئے ہیں، اور ''حاطب لیل'' کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جس طرح کوئی شخص رات کے اندھیرے میں لکڑیاں چننے والا ہو، تو اسے کوئی خبر نہیں ہوتی کہ وہ کس قسم کی لکڑیاں چُن رہا ہے، اسی طرح قہستانی نے بھی اپنی کتاب میں ہر طرح کے مسائل جمع کر دیئے ہیں اور اسے کوئی خبر نہیں کہ اس نے کیسے مسائل جمع کیے ہیں، اس کی پرواہ کیے بغیر کہ وہ عمدہ ہیں یا غیرِ عمدہ، مُحقَّق ہیں یا غیرِ مُحقَّق)

''فردوس للدیلمي'' کے بارے میں امام تیمیہؒ، حافظ جلال الدین سیوطیؒ اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ لکھتے ہیں:

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''فردوس للديلمي'' کے مؤلف ''الحافظ شِيرَوَيْه بنِ شُهرَدَار بن شِيرَوَيْه رحمه الله'' ہیں۔

(تاریخ الإسلام للذهبي، حرف الشين: شيرويه، ۲۱۹/۳۵، ۲۲۰، دار الكتاب العربي، لبنان)

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "كتاب الفردوس فيه من الأحاديث الموضوعات ما شاء الله ومصنفه شيرويه بن شهردار الديلمي وإن كان من طلبة الحديث ورواته، فإن هذه الأحاديث التي جمعها وحذف أسانيدها نقلها من غير اعتبار لصحيحها وضعيفها وموضوعها، فلهذا كان فيه من الموضوعات أحاديث كثيرة جداً".

ترجمہ: کتاب الفردوس میں موضوع روایات بھری ہوئی ہیں، اس کتاب کے مصنف "شیرویہ بن شہردار الدیلمی" رحمہ اللہ اگرچہ حدیث کی تلاش میں پھرنے والے اور حدیث روایت کرنے والے تھے، لیکن انہوں نے ان احادیث کو جن کو ان کی سندوں کے بغیر جمع کیا ہے، صحیح، ضعیف اور موضوع کا اعتبار کیے بغیر ہی نقل کر دیا ہے، اسی وجہ سے اس کتاب میں موضوع احادیث بہت زیادہ تعداد میں جمع ہیں"۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں: "كتابُ الفردوس للديلمي فيه موضوعاتٌ كثيرةٌ، أجمَع أهلُ العلم على أنَّ مجردَ كونه رواه لا يدلُّ على صحَّةِ الحديثِ".

(منهاج السنة النبوية لابن تيمية: ٣٩/٥، الفصل الخامس، و: ١١٠/٧، الفصل الثاني عشر، مؤسسة قرطبة)

ترجمہ: دیلمیؒ کی کتاب الفردوس میں موضوع احادیث بہت زیادہ ہیں، اہلِ علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ کسی حدیث کا محض اس کتاب میں ہونا اس کے صحیح ہونے پر دلالت نہیں کرتا۔

حافظ جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"كل ما عُزِيَ لهٰؤلاء الأربعة -أي: الضعفاء للعقيلي، الكامل لابن عدي، التاريخ للبُغدادي، التاريخ لابن عساكر- أو للحكيم الترمذي في نوادر الأصول أو للحاكم في تاريخه أو لابن جارود أو للديلمي في مسند الفردوس فهو ضعيفٌ، فليستغنِ بالعزْوِ إليها أو إلىٰ بعضها عن بيان ضُعفه". (جمع الجوامع، ديباجة قسم الأقوال من جمع الجوامع (الجامع الكبير): ٢١/١، دار الكتب العلمية)

ترجمہ: "..................دیلمیؒ کی مسند فردوس میں جو کچھ مذکور ہے، وہ ضعیف ہے، کسی حدیث کی نسبت کا اِس کتاب کی طرف ہونا ہی اُس (ضعیف) حدیث کے ضعف کو بیان

کرنے سے مستغنی کر دیتا ہے"۔

الدکتور نور الدین عتر رحمہ اللہ حافظ صاحب رحمہ اللہ کی اس بات کو واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس (مطلق حکم) سے مراد وہ احادیث ہیں، جو صرف انہی کتب میں مذکور ہوں، ان کے علاوہ کہیں اور مذکور نہ ہوں، یعنی: یہ حضرات اپنی کتب میں نقل کرنے والی احادیث میں متفرد ہوں، ملاحظہ ہو: "مصادِرُ نصَّ العلماء علىٰ أن تفرُّدها بحديثٍ أمارةٌ علىٰ ضُعفه، قال السيوطيّ في ديباجة كتابه الجامع الكبير: "كل ما عُزِي لهٰؤلاء الأربعة.................إلخ". (منهج النقد في علوم الحديث، الباب الرابع في علوم الحديث من حيث القبول أو الرد، الفصل الثاني في أنواع الحديث المردود، مصادر الحديث الضعيف، ص: ۲۹۷، ۲۹۸، دار الفكر، بيروت)

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ ان کے بارے میں فرماتے ہیں: "........... ولكنه غير مُتقِنٍ ولا يُمَيِّزُ بين الصحيحِ والسقيمِ، ومن ثَمَّ امتَلأَ كتابُه من الأحاديث الموضوعة والواهية". (بستان المحدثين

للدهلوي، فارسي،ص: ١٦٢، سعيد. ومترجم بالعربية للدكتور محمد أكرم الندوي، بحث فردوس للديلمي،ص: ١٨٠، دارالغُرب الإسلامي)

ترجمہ: "لیکن ثقہ اور قابل اعتماد نہیں ہیں، یہ صحیح روایت اور ضعیف روایت کو ایک دوسرے سے جدا نہیں کرتے، اسی وجہ سے ان کی (مذکورہ) کتاب موضوع اور بے سند احادیث سے بھری ہوئی ہے۔

مذکورہ کتب سے مسئلہ لینے کا حکم

ان کتب میں مذکور کسی مسئلہ پر عمل کرنے کا کیا حکم ہے؟ اس بارے میں علامہ لکھنوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"والحكم في هذه الكتب الغير المعتبرة أن لا يُؤخَذ منها ما كان مخالفاً لكتب الطبقة الأعلىٰ، ويُتوقَّفُ في ما وُجِد فيهاما لم يدخُل ذالك في أصلٍ شرعيٍ". (النافع الكبير على الجامع الصغير، مقدمة الجامع الصغير، الفصل الأول في ذكر طبقات الفقهاء والكتب،ص:٢٧، إدارة القرآن كراتشي)

ترجمہ: ان غیر معتبر کتابوں (میں سے کسی مسئلہ کے لینے) کا حکم یہ ہے کہ ان میں مذکور کوئی ایسا حکم جو ان کتابوں سے

زیادہ معتبر کتابوں میں موجود مسئلہ کے مخالف ہو، نہیں لیا جائے گا، بلکہ اس پر عمل کرنے کے سلسلے میں اس وقت تک توقف کیا جائے گا، جب تک اس مسئلہ کا کسی اصلِ شرعی میں داخل ہونا نہ معلوم ہو جائے، (یعنی: دوسری معتبر کتب سے اس کے صحیح ہونے کی تصدیق نہ ہو جائے۔)۔

صاحب روح البیانؒ اور علامہ طحطاویؒ کے اپنے قول کا جائزہ

اب صاحب تفسیر روح البیانؒ کی اس بات:

"یقول الفقیر: "قد صحّ من العلماء تجویزُ الأخذِ بالحدیثِ الضعیفِ في العملیاتِ، فکونُ الحدیثِ المذکورِ غیرَ مرفوعٍ لا یستلزِم ترکَ العملِ بمضمونہ، وقد أصاب القھستانيٌّ في القول باستحبابہ". ترجمہ:فقیر کہتا ہے کہ:"(فضائلِ) اعمال کے باب میں ضعیف حدیث پر عمل کرنے کا جواز علماء سے صحت کے ساتھ ثابت ہے، پس مذکورہ حدیث کا غیر مرفوع ہونا اُس کے مضمون پر عمل نہ کرنے کو مستلزِم نہیں۔اور قہستانیؒ اپنی استحباب کی رائے میں درست ہیں"

اور علامہ طحطاویؒ کی اس بات

"وبمثلہ یُعْمَلُ فِيْ فضائلِ الأعمالِ، ترجمہ:اور فضائل میں

اس طرح کی باتوں پر عمل کرلیا جاتا ہے"

کا بھی جائزہ لے لینا چاہیے۔

اصول حدیث کی کتابوں میں یہ بات پوری وضاحت کے ساتھ لکھی ہوئی موجود ہے کہ فضائلِ اعمال میں ان روایات کو ہی لیا جاتا ہے، جو صحیح، حسن یا ہلکے درجے کی ضعیف ہوں، جو موضوع یا شدید ضعیف ہوں، ان پر عمل نہیں کیا جاتا۔

فضائل اعمال میں حدیثِ ضعیف پر عمل کرنے کی شرائط:

جمہور علماء کے نزدیک، فضائل کے باب میں ہلکے درجے کی ضعیف حدیث پر عمل کرنا جائز ہے، البتہ اس جوازِ عمل کے لئے تین بنیادی شرائط ہیں، جن کو حافظ سخاویؒ نے "القَولُ البَدِيع" میں ذکر کیا ہے، اور اگر ضعیف حدیث میں مذکورہ تین شرطوں میں سے کوئی شرط مفقود ہو تو اس حدیث پر عمل کرنا جائز نہیں ہے۔ موصوف فرماتے ہیں:

"سمعتُ شيخَنا ابن حجر أي العسقلاني المصري مِرَاراً۔ وكَتَبَه لي بخَطّه۔ يقول: شَرْطُ العَمَلِ بالحديث الضعيف ثلاثةٌ:

الأوّل مُتّفَقٌ عليه، وهو أنْ يكونَ الضُعفُ غيرَ شديدٍ، فيَخْرُجُ مَن انْفَرَدَ مِنَ الكَذّابين والمُتّهَمِين ومَنْ فَحُشَ غَلَطُه،

والثاني: أن يكونَ مُندَرِجاً تحتَ أصلٍ عامٍ،

فيخرُج ما يُخْتَرَعُ بحيث لا يكون له أصلٌ أصلاً،

والثالث: أن لا يُعْتَقَدَ عند العَمَلِ به ثبوتُه لئلا يُنْسَبَ إلى النبي صلّى الله عليه وسلّم ما لم يَقُلْه.

قال: والأخيران عن ابن السلام وابن دَقِيقِ العيد، والأوّلُ نَقَلَ العلائي الاتّفاقَ عليه". (القول البديع للسخاوي، خاتمة، ص: ٤٩٦، دار اليسير، المدينة المنورة)

میں نے اپنے شیخ حافظ ابن حجرؒ سے کئی دفعہ سنا ہے -حافظ ابن حجرؒ نے مجھے بذاتِ خود یہ شرائط لکھ کر بھی دیں- ضعیف حدیث پر عمل کرنے کے لئے تین شرائط ہیں:

پہلی شرط اتفاقی ہے کہ ضعف، شدید نہ ہو، لہٰذا اس شرط سے وہ کذّابین، متّہمین اور فاحش الغلط رُواۃ نکل گئے، جو نقلِ روایت میں منفرد (تنہا) ہوں۔

دوسری شرط یہ ہے کہ روایت دین کے اصلِ عام کے تحت داخل ہو، اس شرط سے وہ روایتیں نکل گئیں، جو گھڑی گئی ہوں، اس طور پر کہ ان کی کوئی اصل نہ ہو۔

تیسری شرط یہ ہے کہ حدیث پر عمل کے وقت ثبوتِ حدیث کا اعتقاد نہ ہو، تا کہ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی طرف کوئی ایسی بات منسوب نہ ہو جائے، جو آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے نہ

فرمائی ہو۔

حافظ ابن حجرؒ نے مزید فرمایا کہ آخری دو شرطیں، ابن عبد السلامؒ اور ابن دقیق العیدؒ سے منقول ہیں، اور شرطِ اول پر علامہ علائیؒ نے علماء کا اتفاق نقل کیا ہے"۔

مذکورہ تفصیل کی روشنی میں صاحب روح البیان کے قول کی حیثیت بالکلیہ ختم ہو جاتی ہے۔ اس لیے کہ مذکورہ شرائط ضعیف حدیث پر عمل کرنے کی ہیں، نہ کہ موضوع، منقطع یا بے سند حدیث پر عمل کرنے کی۔ اور یہ بات پوری تحقیق سے ثابت ہے کہ یہ روایات موضوع یا بے سند ہیں نہ کہ ضعیف۔

"قوت القلوب" کی عبارت سے متعلق وضاحت

البتہ! صاحب روح البیانؒ نے جو بات "قوت القلوب" کے حوالے سے ذکر کی ہے، اس کے بارے میں عرض یہ ہے کہ ہم نے مذکورہ کتاب میں اپنی بساط بھر کوشش کی کہ صاحب روح البیان کی نقل کردہ بات ہمیں مل جائے، لیکن ہم اپنی کوشش میں کامیاب نہ ہو سکے، پوری کتاب میں مظان اور غیرِ مظان دونوں جگہ خوب تلاش کے باوجود ہماری مطلوبہ عبارت ہمیں نہ مل سکی، تاہم! صاحبِ قوت القلوب کے صنیع سے معلوم ہوتا ہے، کہ ان کی یہ بات بھی دیگر مباحث کی مثل بغیر سند کے مذکور ہوگی، بشرطِ موجودگی اگر ایسا ہی ہوا تو پھر اس عبارت کا جواب بھی مذکورہ تحریر میں آچکا ہے، اور اگر یہ بات سنداً موجود ہو تو جب وہ بات سامنے لائی جائے گی تو اس کا بھی جائزہ لے لیا جائے گا۔

اورعلامہ طحطاوی رحمہ اللہ کے قول "وبمثلہ یُعمَلُ فِيُ فضائلِ الأعمالِ، ترجمہ: اور فضائل میں اس طرح کی باتوں پرعمل کرلیا جاتا ہے" کے بارے میں علامہ عبدالفتاح ابوغدہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ولاتغترَّ بقول الطحطاوي في حاشيته على مراقي الفلاح آخر باب الأذان "بعد ذكره هذا الحديث عن كتاب الفردوس وكذا رُوي عن الخضر عليه السلام، وبمثله يعمل في فضائل الأعمال" فهو كلام مردود بما قاله الحافظ....... وقال الحافظ ابن تيمية في منهاج السنة: إن كتاب الفردوس فيه من الأحاديث الموضوعة.........إلخ. (المصنوع في معرفة الحديث الموضوع، ص: ١٧٠، قديمي)

ترجمہ: ''اور تو علامہ طحطاویؒ کے اس قول سے دھوکہ میں نہ پڑنا جو انہوں نے ''مراقی الفلاح'' کے حاشیے میں باب الأذان کے آخر میں ذکر کی ہے................ کہ'' فضائل اعمال میں اس جیسی روایات پرعمل کرلیا جاتا ہے''، پس ان کا یہ کلام رد کردیا جائے گا بوجہ اس قول کے جو حافظ ابن تیمیہؒ کا ان کی کتاب "منهاج السنة" میں مذکور ہے، کہ کتاب الفردوس میں تو موضوع احادیث بھری ہوئی ہیں..........الخ''۔

یعنی: علامہ طحطاوی رحمہ اللہ کی مذکورہ بات کا درست ہونا اس وقت ممکن ہے،

جب احادیثِ مستدلہ ایسی ضعیف ہوں، جن میں تینوں شرائط موجود ہوں، جب کہ یہاں بقول شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ ایسا نہیں ہے، اس لیے کہ مذکورہ احادیث موضوع ہیں نہ کہ ضعیف۔

اس پوری بحث سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ان روایات پر عمل کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

علامہ ابن عابدین اور علامہ طحطاوی رحمہما اللہ کا دفاع

اور اس بحث سے علامہ ابن عابدین اور علامہ طحطاوی رحمہما اللہ پر کوئی زد نہیں پڑتی،

اولاً تو اس بنا پر کہ علامہ ابن عابدینؒ کی ذکر کردہ عبارت کو دیکھا جائے کہ اس میں ان کا اپنا کوئی بھی کلام نہیں ہے، پہلے انہوں نے علامہ قہستانیؒ کا قولِ استحباب نقل کیا ہے، اس کے بعد علامہ جراحیؒ کا قول: "ولم یصِحّ في المرفوع من کل ھــذا شيئٌ" نقل کیا ہے، ان کے صنیع سے تو یہ معلوم ہوتا کہ اس باب میں کوئی صحیح مرفوع حدیث منقول نہیں ہے۔ کیوں کہ ان کا استحباب والے قول کے بعد اس قول "ولم یصِحّ في المرفوع من کل ھذا شيئٌ" کو ذکر کرنا اسی طرف اشارہ کر رہا ہے۔

اور علامہ طحطاوی رحمہ اللہ کی ذکر کردہ عبارت کی بھی یہی صورتِ حال ہے، کہ انہوں نے قہستانی اور کتاب الفردوس سے نقل کیا ہے، البتہ آخر میں ان کا اپنا قول: "وبمثلہٖ یُعمَل في الفضائل" ہے، اس کی حیثیت علامہ عبدالفتاح ابوغدہ رحمہ اللہ

کے قول سے واضح ہو چکی ہے۔

ثانیاً اس وجہ سے کہ ان حضرات نے جو استحباب کا قول نقل کیا ہے، وہ آج سے دو صدیاں قبل کیا تھا، عین ممکن ہے کہ اس دور میں بدعتیوں کے ہاں اس مسئلہ میں ایسا غلو نہ ہو، جیسا ہمارے اس موجودہ دور میں ہے، اس لیے انہوں نے استحباب کا حکم لگایا اور بعض نے اسے ہی آگے نقل کر دیا، اور اگر اس دور میں بھی اس مسئلہ میں غلو ہوتا جیسا کہ آج اظہر من الشمس ہے تو یقیناً اس مسئلہ میں بھی دوسری بدعات کی طرح بدعت کا حکم لگایا جاتا۔

مستحبات کو ان کے درجے سے بڑھا دینے کا حکم

اور اگر بالفرض اسے مستحب ہونا تسلیم بھی کر لیا جائے تو پھر بھی آج کے دور میں اس پر عملکرنا جائز نہیں، کیوں کہ فقہ کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ جب کسی مستحب کام کو اس کے درجہ سے بڑھا دیا جائے تو وہ کام ممنوع ہو جاتا ہے۔

اب! موجودہ دور میں مذکورہ مسئلہ کے بارے میں غور کر لیا جائے کہ اس مسئلہ کو نہ صرف سنتِ مقصودہ بلکہ اس میں نبی اکرم ﷺ کی خاص تعظیم سمجھی جاتی ہے۔ اور ایسا نہ کرنے والے کو بُری نظر سے دیکھا جاتا ہے، نہ کرنے والے کو ملامت اور لعن طعن کی جاتی ہے، اسے حنفیت کا مخالف قرار دیا جاتا ہے، بلکہ اس عمل کو اہل سنت والجماعت کی پہچان سمجھا جاتا ہے، حالاں کہ! اگر یہ عمل ایسا ہی اہم اور ضروری ہوتا تو جس طرح اُذان جیسا عظیم الشان امر تواتر اور قوی دلائل کے ساتھ کتبِ معتبرہ میں مذکور ہے، بالکل اسی طرح یہ عمل بھی مذکور ہونا چاہیے تھا، اس لیے کہ یہ عمل بھی

اُذان کے وقت کا ہی عمل ہے۔ لیکن اس کے برخلاف یہ عمل موضوع اور منقطع حدیث اور چند غیر معتبر کتب میں موجود ہے۔ لہٰذا اس عمل کو اس کے مرتبے سے اس طرح غلو کی حد تک بڑھا دینا بھی اس عمل کے ممنوع ہونے کے لیے کافی ہے، ملاحظہ ہو:

قال ابن منير: "فيه أن المندوبات قد تنقلب مكروهات، إذا رفعت عن مرتبتها..........إلخ". (فتح الباري، كتاب الصلاة، باب الانتفال والإنصراف عن اليمين: ٢/ ٤٣٠، قديمي)

"ابن منیرؒ فرماتے ہیں: (اس حدیث سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے) کہ مندوبات (یعنی: مستحبات) کو جب ان کے مرتبہ سے بلند کردیا جائے تو وہ مکروہات کے حکم میں بدل جاتے ہیں"۔

قال الطيبي: "وفيه أن من أصر علىٰ أمر مندوب وجعله عزماً ولم يعمل بالرخصة، فقد أصاب من الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر علىٰ بدعةٍ أو منكرٍ". (شرح الطيبي، كتاب الصلاة، باب الدعا في التشهد، الفصل الأول، رقم الحديث: ٩٤٦، ٢/ ٣٧٤، إدارة القرآن والعلوم، كراتشي)

طیبیؒ فرماتے ہیں: (اس حدیث سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے) کہ جو شخص کسی امرِ مندوب پر اصرار کرے

(یعنی ان پر مسلسل اس طرح عمل کرے کہ وہ اس سے کبھی چھوٹنے ہی نہ پائے) اور اس پر عمل کرنے پر (مسلسل) پُرعزم رہتا ہو، تو وہ شیطان سے اپنے حصے کی گمراہی وصول کرنے والا ہے، پس (جب مندوبات پر اصرار کرنے والے کا یہ حال ہے تو) بدعات یا منکرات پر (اسی طرح) اصرار کرنے والے کا کیا حال ہوگا؟!"۔

(وكذا في مرقاة المفاتيح، كتاب الصلاة، باب الدعا في التشهد، الفصل الأول، رقم الحديث: ٩٤٦، ٣١/٣، رشيدية)

(وكذا في التعليق الصبيح، كتاب الصلاة، باب الدعا في التشهد، الفصل الأول، رقم الحديث: ٩٤٦، ٥٤٩/١، رشيدية)

(وكذا في السعاية، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ٢٦٣/٢، سهيل اكيدمي)

علامہ عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

اب آخر میں ہماری متعلقہ بحث جیسا ہی ایک سوال کا جواب ذکر کیا جاتا ہے، جو ایسی شخصیت کا جاری کردہ ہے، جو دیوبندیت اور بریلویت کے زمانے سے پہلے کی ہے، اور وہ ہے علامہ عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت۔ ملاحظہ فرمائیں:

"این تقبیل را در بعض کتب فقہ مستحب نوشتہ است نہ واجب و نہ سنت، مثل کنز العباد وخزانۃ الروایات، وجامع الرموز وفتاویٰ صوفیہ وغیرہ، مگر در اکثر کتب معتبرہ متداولہ نشان آن نیست، در آن کتب کہ درانہا این مسئلہ مذکور است غیر معتبر اند، چنانکہ جامع الرموز وفتاویٰ صوفیہ وکنز العباد وغیرہ، اینوجہ کہ درین کتب رطب ویابس بلا تنقیح مجتمع است، تفصیل آن در رسالہ من "النافع الکبیر لمن یطالع الجامع الصغیر" موجود است، درین باب فقہاء نقل میکنند آنہا بتحقیق محدثین صحیح نیستند ....
الخ"۔ (مجموعۃ الفتاویٰ، کتاب الکراہیۃ: ۳۲۵/۴، رشیدیۃ)

اس عبارت کا مفہوم یہ ہے: "اس انگوٹھے چومنے والے مسئلہ کو فقہ کی بعض کتابوں میں مستحب کہا گیا ہے، واجب یا سنت نہیں، مثلاً: کنز العباد، خزانۃ الروایات، جامع الرموز اور فتاویٰ صوفیہ وغیرہ (میں یہ مسئلہ مذکور ہے)، مگر اکثر معتبر کتب فقہ میں ایسا کوئی مسئلہ مذکور نہیں ہے، اور جن کتب میں یہ مسئلہ موجود ہے، وہ کتب معتبر نہیں ہیں، اس لیے کہ ان کتابوں میں ہر رطب ویابس کو اس بات کی تصریح کیے بغیر "کہ کون سی بات صحیح ہے اور کون سی نہیں"، جمع کر دیا گیا ہے، اس بات کی پوری تفصیل میرے رسالے "النافع الکبیر لمن یطالع الجامع الصغیر" میں موجود ہے، اس انگوٹھا چومنے والے مسئلہ میں

(ان کتابوں کے مصنفین) فقہاء نے جو کچھ کہا ہے، محدثینِ کرام
نے اسے صحیح قرار نہیں دیا"۔

مذکورہ بالا تفصیل سے متعلقہ مسئلہ پوری طرح منقح ہوکر سامنے آچکا ہے، اللہ جل جلالہ کے حضور دعا ہے کہ وہ ہمیں جملہ بدعات ومنکرات سے محفوظ رکھتے ہوئے اتباع نبوی ﷺ کی توفیق مرحمت فرمائے، اور ہم سب کا خاتمہ بالخیر کرتے ہوئے ہمارا حشر اس جماعتِ قدسیہ کے ساتھ فرمائے، جس کو دنیا میں ہی "رضي الله عنهم ورضوا عنه" کا پروانہ مل گیا تھا، میری مراد صحابہ کرام ﷺ ہیں۔

بدعت کی ظلمت

اللہ رب العزت نے ابدالآباد کی خوشیوں حاصل کرنے کے لیے انسانوں کو ایک کامل، اکمل وادوم دین وشریعت عطا فرمائی ہے، جس کے بارے میں جناب رسول اللہ ﷺ وفات سے اکیاسی روز قبل، ۹ ذوالحجہ، جمعہ کے روز، عصر کے بعد اللہ جل شانہ نے یہ اعلان کردیا: ﴿اليوم أكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتي ورضيت لكم الإسلام دينا﴾. (المائدة:)

اس اعلان خداوندی کا منشاء یہی ہے کہ اب قیامت تک اس دین میں کسی قسم کی ترمیم وتنسیخ اور حذف واضافہ کی نہ ہی ضرورت ہے اور نہ ہی گنجائش، اس سے ہٹ کر صرف اور صرف ضلالت وگم راہی ہے، اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے امیر المؤمنین، خلیفہ راشد، سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا:

"إنا كنا أذل قوم، فأعزنا الله بالإسلام،

فـمهـمـا نـطـلـب الـعـز بـغير م اأعزنـا الله بـه، أذلنـا الـلـه". (الـمستدرك على الصحيحين، كتاب الإيمان، قـصة خـروج عـمـر رضـى الـلــه عنـه إلىٰ الشام، رقم الحديث: ٢٠٧، ٦٢/١، دارالمعرفة م بيروت)

ترجمہ: ''بے شک ہم قوم کے ذلیل ترین لوگ تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے ہم کو اسلام (قبول کرنے) کی وجہ سے عزت دی، (پس اچھی طرح سن لو کہ) جب کبھی بھی ہم نے اس چیز کے علاوہ کسی اور چیز کے ذریعے عزت حاصل کرنے کی کوشش کی، جس کے ذریعے پہلے ہم کو عزت دی تھی، تو (یاد رکھنا کہ) اللہ ہم کو ذلیل کر کے رکھ دے گا''۔

اسی طرح پہلی صدی کے مجدد امیر المؤمنین حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کو جب خلیفہ بنایا گیا تو آپ منبر پر تشریف لائے اور لوگوں سے ارشاد فرمایا:

يا أيها الناس: إنه ليس بعد نبيكم نبي، ولا بعد كتابكم كتاب، ولا بعد سنتكم سنة، ولا بعد أمتكم أمة، ألا وإن الحلال ما أحله الله في كتابه على لسان نبيه حلال إلىٰ يوم القيامة، ألا وإن الحرام ما حرم الله في كتابه على لسان نبيه حرام إلىٰ يوم القيامة، ألا وإني لستُ بمبتدع ولكنني متبع". (موسوعة الدفاع عن رسول الله ﷺ، رسالة: "حكم الاحتفال بالمولد والرد

علی من أجازہ: ۷/۱۰۸)

ترجمہ: اما بعد! تمہارے نبی کے بعد کوئی دوسرا نبی آنے والا نہیں ہے، اور خدا تعالیٰ نے آپ ﷺ پر جو مکمل کتاب نازل کی ہے، اس کے بعد کوئی دوسری کتاب آنے والی نہیں ہے، خبردار! خدائے بزرگ و برتر نے جو چیز حلال کر دی ہے وہ قیامت تک حلال ہی رہے گی، خبردار! جو چیز حرام کر دی ہے وہ قیامت تک کے لیے حرام ہی رہے گی، آگاہ رہو! میں اپنی طرف سے کوئی فیصلہ کرنے والا نہیں ہوں، بلکہ میں تو صرف احکامِ الٰہی کو نافذ کرنے والا ہوں، اچھی طرح سن لو! کہ میں بدعتی نہیں ہوں، بلکہ میں تو متبع السنّت ہوں''۔

اس بیان کو سامنے رکھنے سے ہمارے لیے یہی راہ متعین ہوتی ہے کہ ہمیں ولادت سے لے کر وفات تک، خوشی سے لے کر غمہ تک، زندگی کے ہر پہلو اور ہر شعبہ کی اصلاح کے لیے ہمیں صرف اور صرف سنتِ رسولِ مقبول ﷺ کی طرف ہی متوجہ ہونا پڑے گا، جو ہر طرح سے محفوظ ہے، اس کے ہوتے ہوئے نہ تو کسی اور طرف نگاہ اُٹھانے کی ضرورت ہے اور نہ ہی گنجائش۔

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ سے نقل کرتے ہوئے فرمایا:

"فعليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين عضوا عليها بالنواجذ وإياكم ومحدثات الأمور، فإن

كل محدثة بدعة".(سنن الترمذي، كتاب العلم، ما جاء في الأخذ بالسنة واجتناب البدع، رقم الحديث: ٢٦٧٦، ٥/٤٤، دارإحياء التراث العربي)

فرمایا: تمہارے اوپر لازم ہے کہ تم میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت کو معمول بناؤ اور اپنی ڈاڑھوں کے ساتھ مضبوطی سے اس کو پکڑو، تم نئی نئی باتوں سے پرہیز کرو، کیوں کہ ہر نئی بات بدعت ہے۔

آپ ﷺ کے اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جماعت ایسی جماعت ہے جنہوں نے آپ ﷺ کے ایک ایک فعل کو محفوظ کیا، اپنایا اور چار سو پھیلایا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ آج خودساختہ بدعات کو علی العلان کیا جاتا ہے اور اسلام کے نام پر ہی ان کا پرچار کیا جاتا ہے، حالاں کہ اس جماعتِ قدسیہ میں ان کا نام ونشان تک نہیں ملتا، باوجود کمالِ عشق ومحبت کے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ان کاموں کو نہ کیا، اور نہ ہی ان کے بعد تابعین نے، اور نہ ہی تبع تابعین نے، فوتگیاں ان کی بھی ہوتی تھیں، جنازے ان کے بھی اٹھتے تھے، قبریں ان کے ہاں بھی بنتی تھیں، مگر ان کے ایسے سب کام بدعات سے صاف اور خالی ہوتے تھے۔

یہ بات بالکل سمجھ سے بالاتر ہے، کہ اس وقت یہ کام ان کو نہ سوجھے اور آج ہم میں ان کا صُدور تواتر تک ہو رہا ہے، حالاں کہ عشق ومحبت ان میں زیادہ تھی، علم وتقویٰ ان میں زیادہ تھا، خوف وخدا اور فکر وعبادت ان میں کامل واکمل تھی، پھر کیا وجہ ہے، پھر کیا وجہ ہے کہ اس وقت ان امور کو دین بننا نصیب نہ ہوا اور آج بیک انقلاب دین، شعارِ دین اور علاماتِ اہلِ سنت بن گئے؟؟!! للہ! ذرا ٹھنڈے دل سے اس پر

غور کیا جائے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

"کل عبادۃ لم یتعبدها أصحاب رسول الله ﷺ فلا تعبدوها". (الاعتصام، باب في الفرق البدع والمصالح الرسلة، ۱/۴۱۱، دار المعرفة)

ہر وہ کام جس کو حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے نہیں کیا سو تم بھی اس کو مت کرو۔

اگر ان طریقوں میں خیر و برکت ہوتی تو حضرات خلفاء اربعہ راشدین، عشرۂ مبشرہ، اصحابِ بدر، اصحابِ بیعتِ رضوان اور پوری جماعتِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اس سے چوکنے والے نہیں تھے۔

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدہ اپنے ایک بیان میں اپنے والد صاحب رحمہ کی نسبت سے ایک کہاوت بیان کرتے ہیں:

''میرے والد ماجد حضرت مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ ہندی زبان کی ایک مثل اور کہاوت سنایا کرتے تھے کہ ان کے یہاں یہ کہاوت مشہور ہے کہ:

(بنیے سے سیانا سو باؤلا)

یعنی: اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ میں تجارت میں بنیے سے زیادہ سیانا اور ہوشیار ہوں، اور اس سے زیادہ تجارت جانتا ہوں، تو وہ باؤلا اور پاگل ہے، اس لیے کہ حقیقت میں تجارت کے اندر کوئی شخص بنیے سے زیادہ سیانا نہیں ہوسکتا، یہ کہاوت سنانے کے بعد حضرت والد صاحب فرماتے کہ جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ میں صحابہ کرام

سے زیادہ حضور اکرم ﷺ کا عاشق ہوں اور صحابہ کرام سے زیادہ محبت رکھنے والا ہوں، وہ حقیقت میں پاگل ہے، بے وقوف اور احمق ہے۔ اس لیے کہ صحابۂ کرامؓ سے بڑا عاشق اور محبّ کوئی اور نہیں ہو سکتا"۔ (ماہنامہ البلاغ، ربیع الاول: ۱۴۳۵ھ، ص: ۷)

تفسیر ابن کثیر میں ہے:

"وأما أهل السنة والجماعة فيقولون في كل فعل وقول لم يثبت عن الصحابة هو بدعة، لأنه لو كان خيرا سبقونا إليه إنهم لم يتركوا خصلة من خصال خيرٍ إلا وقد بادروا إليها".

"اہل سنت والجماعت یہ فرماتے ہیں کہ جو فعل اور قول جناب رسول اللہ ﷺ کے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت نہ ہو تو اس کا کرنا بدعت ہے، کیوں کہ اگر وہ کام اچھا ہوتا تو ضرور حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین ہم سے (بہت) پہلے اس کام کو کرتے، اس لیے کہ انہوں نے نیکی کے کسی پہلو اور کسی نیک اور عمدہ خصلت کو تشنۂ عمل نہیں چھوڑا، بلکہ وہ ہر کام میں سبقت لے گئے"

الغرض! اس کے خلاف گم راہی اور بدعت ہے، اُخروی تباہی بھی (العاذ نا اللہ منہ) آج جو دلائل اہلِ بدعت پیش کرتے ہیں، بعینہا یہ دلائل اُس وقت بھی موجود تھے، مگر نہ تو اُن حضرات کو اِن دلائل سے بدعت کا جواز معلوم ہوا اور نہ ہی اِن میں اُن کے نزدیک کوئی آنکھ کو بھانے والی حکمت وعبرت آشکارا ہوئی، لیکن آج اُن ہی دلائل

کے ذریعے بدعت کا جواز بطورِ ثبوت نکل رہا ہے............!!اور اُس وقت نہ نکل سکا ....؟؟!!

اگر آج یہ بدعات جائز اور کارِ ثواب بن گئی ہیں تو اس کا یہی مطلب نکلے گا کہ ہم علم وتقویٰ میں، دیانت اور ہدایت میں اُن حضرات سے سبقت لے گئے ہیں کہ یہ عبادات اور طاعات اُن کو باوجود عمدہ کے نہیں سوجھیں اور ہمیں روز روشن کی طرح واضح نظر آتی ہیں۔(العیاذ باللہ)

صرف یہی نہیں، بلکہ اہلِ بدعت اپنی من گھڑت بدعات کے اپنے حق میں من پسند دلائل بھی پیش کرتے ہیں، جس کے بارے میں علامہ شاطبیؒ لکھتے ہیں:

والدليل علىٰ ذٰلك أنك لا تجد مبتدعاً ممن ينسب إلىٰ ملة وهو يستشهد على بدعة بدليل شرعي، فينزله على مـا وافق عقله وشهوته". (الاعتصام، باب في ذم البدع وسوء منقلب أصحابها: ١٠٩/١، دار المعرفة)

اس کے ساتھ میں اللہ رب العزت سے دعا کرتے ہوئے (کہ وہ ہمیں بدعات کی ظلمت سے دور رکھتے ہوئے سنتوں کے انوار کے سائے میں تادم مرگ رکھے) پہلا باب ختم کرتا ہوں۔

☆☆☆............☆☆............☆☆☆

بابِ دوم

انگوٹھے چومنے سے متعلق اکابر علماءِ دیوبند کے فتاویٰ جات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فتاویٰ دار العلوم دیوبند

اذان میں بوقتِ شہادتین انگوٹھا چومنا

سوال: اذان میں بوقتِ شہادتین انگوٹھا چومنا اور آنکھوں سے لگانا اور "قرة عيني بك يا رسول الله" پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: علامہ شامیؒ نے کنز العباد سے نقل کیا ہے کہ شہادتین کے وقت اذان میں ایسا کرنا مستحب ہے۔ پھر جراحیؒ سے نقل کیا ہے۔ ولم يصح في المرفوع من كل هذا شيئ، اور نہیں صحیح ہوا مرفوع حدیث میں اس میں سے کچھ۔ اس سے معلوم ہوا کہ سنت سمجھ کر یہ فعل کرنا صحیح نہیں ہے، چوں کہ اس زمانہ میں اکثر لوگ اس کو سنت سمجھ کر کرتے ہیں اور تارک کو ملام و مطعون کرتے ہیں، اس لیے اس کو علمائے محققین نے متروک کر دیا ہے، فقط

(فتاوائ دار العلوم دیوبند، باب الاذان، اذان میں بوقتِ شہادتین انگوٹھا چومنا: ۲/۱۷۲،۷۱، دار الاشاعت)

....

کفایت المفتی

حضور اکرم ﷺ کا نامِ مبارک سن کر انگوٹھے چومنا

سوال: جناب محمد رسول ﷺ کے نامِ مبارک پر اکثر و بیشتر عوام الناس اپنے ہاتھوں کی انگلیاں چومتے اور آنکھوں سے لگاتے ہیں، بعض لوگ اس پر اعتراض کرتے ہیں کہ بجائے انگلیاں چومنے کے درود شریف پڑھنا افضل ہے، آیا ان دونوں صورتوں میں کون سی صورت افضل ہے اور انگلیاں چومنا کیسا ہے؟ کسی کتاب سے کچھ سند ہے یا یوں ہی رسم نکال لی ہے؟

جواب: انگوٹھے چومنے اور آنکھوں سے لگانے کی کوئی صحیح دلیل نہیں ہے، اس لیے اس کو شرعی حکم سمجھ کر کرنا نہیں چاہیے، بعض لوگ اس کو بطورِ عمل کے کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس عمل سے آنکھیں دکھنے سے محفوظ رہتی ہیں تو اس نیت سے کرنا مباح ہے، مگر نہ کرنے والے پر کوئی مؤاخذہ نہیں اور الزام بھی نہیں۔

سوال: اذان کے درمیان جب مؤذن "أشهد أن محمداً رسول الله" کہتا ہے تو نامِ مبارک محمد پر سامعین اپنے دونوں ہاتھوں کے ابہام کو چوم کر آنکھوں پر رکھتے ہیں، یہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب: آنحضرت ﷺ کا نامِ نامی سننے پر ابہام کو چومنا اور آنکھوں سے لگانا سنت نہیں ہے، حضور ﷺ نے ایسا کوئی حکم نہیں دیا، نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے

یہ عمل درآمد ہوا، ہاں! مسند فردوس دیلمی سے ایک روایت اس کے متعلق نقل کی گئی ہے، وہ ضعیف ہے، بعض بزرگوں نے اس عمل کو آنکھیں نہ دُکھنے کے لیے مؤثر بتایا ہے، تو اگر کوئی شخص اس کو سنت نہ سمجھے اور آنکھوں کو نہ دکھنے کے لیے بطور ایک علاج کے کرے تو اس کے لیے فی نفسہ یہ عمل مباح ہوگا، مگر لوگ اس کو شرعی چیز اور سنت سمجھ کر کرتے ہیں، اس کو ترک کر دینا ہی بہتر ہے، تا کہ لوگ التباس میں مبتلا نہ ہوں۔

سوال: بے شک حدیثِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ موضوع ہے، لیکن شامی نے لکھا ہے کہ تقبیل ظفر ابہامین عند استماع اسمہ ﷺ عند الاذان جائز ہے۔

جواب: شامی نے اس مسئلے کو قہستانی سے اور قہستانی نے کنز العباد سے نقل کیا ہے، نیز شامی نے فتاویٰ صوفیہ کا حوالہ دیا ہے، کنز العباد اور فتاویٰ صوفیہ دونوں قابل فتویٰ دینے کے نہیں ہیں، اور جب کہ حدیث کا نا قابلِ استدلال ہونا ثابت ہے تو پھر اس کو سنت یا مستحب سمجھنا بے دلیل ہے اور اس کے تارک کو ملامت یا طعن کرنا مذموم۔ زیادہ سے زیادہ اس کو بطورِ علاجِ رَمَد کے ایک عمل سمجھ کر کوئی کر لے تو مثل دیگر اعمال کے مباح ہوسکتا ہے، اس سے زیادہ اس کی کوئی حیثیت ثابت نہیں۔ واللہ اعلم

سوال: پنجابی زبان میں ایک کتاب ہے، جس کا نام ''پکی روٹی کلاں'' ہے، اس میں تقبیل ابہامین وقت اذان نزدیک سننے "أشهد أن محمداً رسول الله" کے متعلق حدیث لکھی ہے کہ:

''پیغمبر خدا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو کوئی شہادت

دے نونہہ دوئیں انگوٹھیاں دے، آو اکھین تے رکھدا، اے
چمدا! تے پڑھدا "قرة عيني بلك يا رسول الله" حق تعالیٰ
گناہ اس دے بخشیندا اہے، اوسدیاں اکھیں کدی درد نہ کرن۔
تے پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا: لے وڑساں اُسنوں طرف بہشت
دے"۔ جناب یہ تحریر فرمائیں کہ یہ حدیث صحیح ہے یا موضوع؟
اس پر عمل کرنا چاہیے یا نہیں؟

جواب: تقبیل ابہامین کا کوئی پختہ ثبوت نہیں، اس لیے اس کو موجب ثواب سمجھ کر کرنا بے ثبوت بات ہے، البتہ بعض لوگ اس کو بیماری چشم سے محفوظ رہنے کا عمل سمجھ کر کرتے ہیں، تو اس صورت میں مثل دیگر عملیات وتعویذات کے یہ عمل بھی مباح ہوگا، مگر اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے تارک پر کوئی طعن یا ملامت نہ کی جائے، جو اس عمل کو کرے، کرے۔ جو نہ کرے، نہ کرے۔

(کفایت المفتی، کتاب البدعات والرسومات، اذان کے وقت انگوٹھے چومنے کا بیان: ۲/۲۱۱-۲۱۸، ادارۃ الفاروق)

....

امدادالاحکام

آنحضرت ﷺ کا نام سُن کر انگوٹھے چومنا بدعت ہے

سوال: ...... حضرت ﷺ کے نام مبارک پر دونوں ہاتھوں کے انگوٹھے

کے ساتھ منہ سے بوسہ لے کر دونوں آنکھوں پر لگاتے ہیں، یہ جائز ہے یا نہیں؟ اگر ناجائز ہے تو کیسا گناہ ہے، اور کس کتاب میں ہے؟

جواب: ...... آنحضرت ﷺ کا نامِ مبارک سن کر انگوٹھے چومنا بدعت ہے، کیوں کہ اکثر لوگ اس کو ثواب نہیں سمجھتے ہیں، اور وہ موقوف ہے روایت پر، اور روایت اس بارے میں کوئی ثابت نہیں،

كما قال السخاوي في المقاصد الحسنة: ولا يصح في المرفوع من كل هذا شيىء. اور فضائلِ اعمال میں ضعیف حدیث قبول ہونے کا یہ مطلب ہے کہ اس میں ثواب سمجھے بغیر عمل کرے، بشرطیکہ ضعفِ شدید نہ ہو اور وہ عمل کسی اصلِ شرعی کے تحت میں داخل ہو،

كما صرح به في الدرالمختار (ج:١، ص: ١٣٢) فائدة: شرط العمل بالحديث الضعيف عدم شدة ضعفه، وأن يدخل تحت أصل عام، وأن لا يعتقد سنيته ذالك الحديث، وقال الشامي، أي: سنية العمل به. اور آج کل لوگ ثواب سمجھنے کے علاوہ تارک پر ملامت کرتے ہیں، اس لیے اس فعل سے روکا جائے گا،

وما يرىٰ في بعض كتب الفقهة من التحريض على فعله، فمبني على ظنهم أن ضعفه يسير، وما ذكر عن بعض المشائخ فعلىٰ طريق الرقبة من رمد العين.

فقط

(امداد الاحکام، کتاب السنۃ والبدعۃ، آنحضرت ﷺ کا نام سُن کر انگوٹھے چومنا بدعت ہے، ۱/۱۸۸، ۱۸۹، مکتبہ دار العلوم کراچی)

....

فتاویٰ محمودیہ

اذان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک سن کر انگوٹھے چومنا

سوال: اذان میں حضور اکرم ﷺ کا اسم مبارک سن کر انگوٹھے چومنا کیسا ہے اور جو لوگ انگوٹھے چومنے والی حدیث پیش کرتے ہیں، کیا وہ موضوع (گھڑی ہوئی) ہے اور موضوع حدیث سے کیا مراد ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً: اذان کا جواب دینا سنتِ مؤکدہ واجب کے قریب ہے۔ اذان میں انگوٹھے چومنا کسی صحیح مرفوع حدیث سے ثابت نہیں ہے، کتاب الفردوس میں وہ روایت موجود ہے، لیکن اس کتاب کے متعلق حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ نے لکھا ہے کہ اس میں موضوع روایات بہت ہیں۔ موضوع روایت وہ ہے جو حضور اکرم ﷺ نے نہ فرمائی ہو، بلکہ کسی اور نے جھوٹ بات حضور اکرم ﷺ کی طرف منسوب کر دی ہو۔ کنز العباد اور فتاویٰ صوفیہ میں بھی یہ روایت موجود ہے، لیکن علامہ شامیؒ نے رد المحتار میں لکھا ہے کہ فتاویٰ صوفیہ غیر معتبر کتاب ہے، اس پر فتویٰ دینا درست نہیں ہے، علامہ ابن عابدینؒ نے اس روایت پر بحث

کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"وذكر الجراحي وأطال، ثم قال: ولم يصح

في المرفوع من كل هذا شيئ اهـ" (شامي: ١/٢٦٧)

ترجمہ: جراحی رحمہ اللہ نے اس مسئلہ میں طویل بحث

کے بعد لکھا ہے کہ اس بارے میں کوئی مرفوع حدیث موجود

نہیں، جس سے انگوٹھا چومنے کو مسنون یا مستحب قرار دیا جائے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔ حررہ العبد محمود غفرلہ۔

اذان میں انگوٹھے چومنا

سوال: اذان میں آنحضرت ﷺ کے نام پر انگوٹھا چومنا مولانا عبدالشکور صاحب نے "کنز العباد" سے ثابت کیا ہے کہ پہلے مرتبہ حضرت کے نام پر "صلى الله عليه عليك يا رسول الله" کہے، یہ صیغے حاضر کے ہیں تو کیا آنحضرت ﷺ کو حاضر تصور کریں؟ بہارِ شریعت میں بحوالہ ردالمحتار لکھا ہے کہ جب مؤذن "أشهد أن محمدا رسول الله" کہے تو سننے والا درود شریف پڑھے اور مستحب ہے کہ انگوٹھوں کو بوسہ دے کر آنکھوں سے لگائے اور کہے "قرة عيني بك يا رسول الله، أللهم متعني بالسمع والبصر" یہ قول مفتیٰ بہ ہے یا ردالمحتار نے کچھ تنقید کی ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً

اس حدیث کو بحوالہ "فردوس دیلمی" نقل کر کے تذکرۃ الموضوعات، ص:۳۴ میں لکھا ہے: "لا يصح" اور ابوالعباس متصوف کی سند کو لکھا ہے: "فيه مجاهيل"،

اس کے بعد بعض سلف سے نقل کیا ہے کہ یہ آشوبِ چشم کا مجرب علاج ہے۔ پس اس کو سنتِ ہدیٰ سمجھ کر بطورِ عبادت کرنا بے اصل، بلکہ بدعت ہے، اس لیے ترک لازم ہے، ہاں اگر کوئی آشوب چشم کے علاج کی غرض سے اس طرح کرے، جس سے دوسروں کو سنت وثواب ہونے کا اندیشہ نہ ہوتو درست ہے۔ کنز العمال میں ہر طرح کی روایات ہیں، موضوعات بھی ہیں، ردالمحتار میں اس کو" کنز العباد" کے حوالے سے نقل کیا ہے، جس کا درجہ کنز العمال سے بھی کم تر اور ضعیف ہے، اس میں ایسی روایاتِ ضعیفہ موضوعہ اور مسائلِ غریبہ ہیں، جن پر فتویٰ ہرگز نہیں دیا جا سکتا ہے۔ النافع الکبیر میں اس کتاب کا حال مذکور ہے، فردوس دیلمی کے متعلق "بستان المحدثین" ص: ٦١، مصنف کا حال نقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ: " اما در اتقانِ معرفت وعلم او قصور یست، در سقیم وصحیح احادیث تمیز نمی کند، وسند او دریں کتاب فردوس موضوعات وواہیات تو دہ تو دہ مندرج اھ"۔ قہستانی اور فتاویٰ صوفیہ سے بھی استحباب نقل کیا ہے، خود علامہ شامیؒ فرماتے ہیں:

"القهستاني كجارف سيل وحاطب ليل اه"۔

ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے:

"لقد صدق عصام الدين في حق القهستاني أنه لم يكن من تلامذة شيخ الإسلام الهروي، لا من أعاليهم ولا من أدانيهم، وإنما كان دلال الكتب في زمانه، ولا كان يعرف بالفقه وغيره بين أقرانه، ويؤيده أنه يجمع في شرحه هذا بين الغث والسمين والصحيح والضعيف من غير تحقيق وتدقيق، فهو

كحاطب الليل الجامع بين الرطب واليابس في الليل اهـ"۔ فتاویٰ صوفیه کے متعلق عمدة الرعاية میں برکلی سے نقل کیا ہے: "إنها ليست من الكتب المعتبرة، فلا يجوز العمل بما فيها إلا إذا علم موافقتها للأصول"۔

نیز علامہ شامیؒ نے اس کو بلا تنقید نہیں چھوڑا، ان کتب کا حوالہ نہ دینا بھی تنقید ہے، پھر اخیر میں ہے: "لم يصح في المرفوع من كل هذا شيئ اهـ" ۔فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ أعلم۔ (فتاویٰ محمودیہ، باب البدعات والرسوم: ۱۶۱/۳، ۱۶۲۔ ادارة الفاروق)

....

فتاویٰ مفتی محمود

سوال: ......کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارہ میں ....

.... حضور ﷺ کے نامِ مبارک پر انگلیوں کا چومنا جائز ہے یا نا جائز ہے؟

جواب: ....بعض ضعیف کتب میں یہ بات پائی جاتی ہے۔ لیکن چوں کہ خیر القرون میں معمول نہیں تھا، اس لیے اس کو ترک کر دیا جاوے۔ (فتاویٰ مفتی محمود، کتاب الجنائز، اسمِ محمد ﷺ پر انگوٹھے چومنا، ۱۵۵/۳، جمعیۃ کمپوزنگ سنٹر، لاہور)

....

فتاویٰ رحیمیہ

آنحضرت ﷺ کا اسم مبارک سن کر انگوٹھے چومنا کیسا ہے؟

سوال: اس کے ہمراہ احمد آباد سے شائع ہونے والے ماہنامے طیبہ (گجراتی) کے اگست ۱۹۶۰ء کے شمارے کے ایک فتوے کی نقل ارسالِ خدمت ہے، جس میں مرقوم ہے کہ بہت سے علماء ایسے ہیں، جو فقہ حنفی پر عامل نہیں ہیں اور اس کے باوجود خود کو حنفی جتلاتے ہیں، اور ناواقف مسلمانوں کو غلط راہ پر لے جاتے ہیں، یہ لوگ ایسا کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کا نامِ مبارک لیتے وقت خصوصاً اذان کے وقت انگوٹھے چومنا بدعت ہے، جو لوگ رحمۃ اللعالمین ﷺ کی عزت کرتے ہیں، آپ ﷺ کی شان عظمت کو بیان کرتے ہیں، انہیں یہ علماء بدعتی کہتے ہیں، اب سوال یہ ہے کہ انگوٹھے چومنے کے ثبوت میں جو حوالے دیئے گئے ہیں، وہ ٹھیک ہیں یا نہیں؟ اور انگوٹھے چومنا سنت ٹھہرایا ہے وہ ٹھیک ہے یا نہیں؟ تفصیل سے جواب عنایت کریں۔

جواب: آنحضرت ﷺ کا نامِ مبارک پڑھ کر، سن کر درود شریف پڑھنا صحیح احادیث سے ثابت ہے، اور اس میں سرورِ دوجہان ﷺ کی صحیح تعظیم بھی ہے، ایک مجلس میں کئی مرتبہ آپ ﷺ کا نام مبارک پڑھا جائے، یا سنا جائے، تو اس کے لیے فتویٰ یہ ہے کہ ہر مرتبہ درود شریف پڑھنا مستحب اور کم از کم ایک مرتبہ درود شریف پڑھنا واجب ہے (درمختار و شامی، ج:۱، ص:۴۸۱، مطلب فی وجوب الصلاۃ علیہ کلما ذکر علیہ الصلاۃ والسلام)

مگر اس وقت انگوٹھے چومنے کے متعلق کوئی صحیح یا ضعیف حدیث وارد نہیں ہے۔لہٰذا نامِ مبارک لے کر یا سن کر انگوٹھے چومنے کے متعلق کوئی صحیح یا ضعیف حدیث وارد نہیں ہے، لہٰذا نامِ مبارک لے کر یا سن کر انگوٹھے چومنے کو حدیث سے ثابت شدہ ماننا اور مسنون سمجھنا، اور اس کو آپ ﷺ کی تعظیم ٹھہرانا غلط اور بے دلیل ہے، یہ بدعتیوں کی ایجاد ہے، اس سے احتراز کرنا ضروری ہے۔

آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے:

"من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد". (بخاری شریف، پ: ١٠، ج: ١، ص: ٣٧١، باب إذا اصطلحوا على صلح جور فهو مردود)

(باب نقض الأحكام الباطله ورد محدثات الأمور، مسلم شریف، ج: ٢٢، ص: ٧٧)

(یعنی: جس نے ہمارے اس دین میں کوئی ایسی بات نکالی کہ جو دین میں داخل نہیں ہے تو وہ نا قابلِ تسلیم ہے)

نیز! آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے:

"من عمل عملاً ليس عليه أمرنا، فهو رد". (صحيح مسلم، ج: ٢، ص: ٧٧، أيضاً)

یعنی: "جو شخص ایسا کام کرے، جس کے لیے ہمارا حکم نہ ہو (یعنی: جو ہمارے طریقہ پر نہ ہو) وہ رد ہے۔

نیز! اذان و اقامت کے وقت آنحضرت ﷺ کا نامِ مبارک سن کر انگوٹھے

کے ناخن چومنا اور آنکھوں پر رکھنا، اس فعل کو سنت سمجھنا اور حدیثِ نبوی ﷺ سے ثابت تصور کرنا اور اس کو سرورِ کائنات ﷺ کی صحیح تعظیم وعزت ٹھہرالینا اور حنفی ہونے کی علامت بتلانا اور نہ چومنے والے کو لعن طعن کرنا اور ملامت کے قابل سمجھنا، یہ بھی غلط ہے۔ اور دین میں تحریف (ردوبدل) کرنے کی مانند ہے۔ اتنی بات درست ہے کہ بعض علماء نے کچھ ایسی حدیثوں کی بنا پر جن کو محققین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ یہ جائز اور بعض نے اس کو مستحب قرار دیا ہے کہ اذان میں جب نامِ نامی آئے تو انگوٹھوں کے ناخن آنکھوں پر رکھے، مگر یہ بات بھی آنکھ کی بیماری کے عمل اور علاج کے طور پر ہے، عبادت اور سنتِ مقصودہ اور آنحضرت ﷺ کی مخصوص تعظیم اور عظمت کے لیے نہیں ہے۔ (مقاصد حسنہ وغیرہ)

(مولانا احمد رضا خان کا فتویٰ بھی یہی بتلا رہا ہے، جو آگے تحریر ہے)

لیکن اب صورت حال یہ ہے کہ لوگ اس کو آپ ﷺ کی خاص تعظیم اور دین سنتِ مقصودہ سمجھتے ہیں اور نہ کرنے والے کو لعن وطعن کرتے ہیں اور حنفیت کے خلاف اور اہلِ سنت سے خارج تصور کرتے ہیں۔ یہ تمام باتیں غلط ہیں اور ان کی بنا پر یہی ضروری ہے کہ ایسا نہ کیا جائے اور اس عمل کو ترک کردیا جائے، فقہ کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ مستحب کو جب اپنے مرتبہ سے بڑھا دیا جاتا ہے تو وہ مکروہ ہوجاتا ہے۔

واستنبط منه أن المندوب ينقلب مكروها إذا خيف أن يرفع عن مرتبته. (مجمع البحار، ج:٢، ص: ٢٤٤)

فتح الباری شرح صحیح البخاری میں ہے کہ

قال ابن المنير أن المندوبات قد تنقلب مكروهات إذا رفعت عن مرتبتها لأن التيامن مستحب في كل شيئ من أمور العبادة لكن لما خشي ابن مسعود أن يعتقدوا وجوبه أشار إلىٰ كراهته.

یعنی: مستحبات مکروہات بن جاتے ہیں، جب کہ انہیں اپنے اصل مرتبہ سے بڑھا دیا جاتا ہے (مثال ملاحظہ ہو) ہر نیکی کے کام میں دائیں جانب سے ابتدا کرنا مستحب ہے، لیکن حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانے میں اس کا بے حد اہتمام دیکھا تو اس کو مکروہ فرما دیا، کیوں کہ ان کو خطرہ ہوا کہ لوگ اس مستحب کو واجب سمجھنے لگیں گے (فتح الباری، ج:۲،ص:۲۸۱)

بعض فقہاء نے اپنے زمانے میں ایام بیض (ہر ماہ کی تیرھویں، چودھویں، پندرھویں) کے روزوں کے متعلق کراہت کا فتویٰ دیا، حالانکہ ایام بیض کے روزے مستحب ہیں اور ان کی فضیلت میں بہت سی احادیث وارد ہیں۔

وكل مباح أدى إلى هٰذا، فهو مكروه حتىٰ افتىٰ بعض الفقهاء حين شاع صوم أيام البيض في زمانه بكراهته لئلا يؤدي إلىٰ اعتقاد الواجب مع أن صوم البيض مستحبة ورد فيه أخبار كثيرة فما ظنك بالمباح

وما ظنك بالمكروه.(مجالس الابرار،م: ٥٠،
ص:٢٩٩)

اس درجہ کی حدیث انگوٹھے چومنے کے متعلق کوئی پیش نہیں کرسکتا۔

اذان کے وقت انگوٹھے چومنے کے متعلق جو احادیث اور روایات آئی ہیں، وہ مسند الفردوس دیلمی کے حوالے سے موضوعات کبیر اور تذکرۃ الموضوعات اور الفوائد المجموعة في الأحاديث الموضوعة وغیرہ میں منقول ہیں۔

علامہ سخاویؒ کے حوالے سے ملا علی قاریؒ مذکورہ روایات کے متعلق نقل فرماتے ہیں کہ

"لا يصح" (موضوعات کبیر،ص:٧٥) یعنی روایت صحیح نہیں ہے۔

اور علامہ محمد طاہرؒ رقم طراز ہیں کہ

"ولا يصح" (تذکرۃ الموضوعات،ص:٣٤) یہ روایت صحیح نہیں ہے۔

اور شوکانیؒ علامہ طاہرؒ کے حوالے سے نقل فرماتے ہیں کہ

" لا يصح" (الفوائد المجموعه في الأحاديث الموضوعه،ص: ٩)

اور امام المحدثین علامہ جلال الدین سیوطیؒ لکھتے ہیں کہ

الأحاديث التي رويت في تقبيل الأنامل وجعلها على العينين عند سماع إسمه ﷺ عن المؤذن

في كلمة الشهادة كلها موضوعات.

یعنی مؤذن سے کلمہ شہادت میں آپ ﷺ کا نام مبارک سن کر انگلیاں چومنے اور آنکھوں پر رکھنے کے متعلق جو حدیثیں نقل کی جاتی ہیں، وہ سب موضوع یعنی غلط اور بناوٹی ہیں۔(تیسیر المقال وغیرہ)

موضوع حدیث پر عمل کرنا ناجائز ہے۔اور ضعیف حدیث پر بچند شرائط عمل کرنے کی گنجائش ہے۔

امام سخاویؒ بحوالہ حافظِ حدیث علامہ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ

''ضعیف حدیث پر عمل کرنے کے لیے ایک شرط یہ ہے کہ زیادہ ضعف نہ ہو اور اس پر عمل کرنے والوں کا اعتقاد نہ ہو کہ آپ ﷺ سے یہ ثابت ہے''۔(القول البدیع،ص:۱۹۵)

اور شیخ الاسلام ابن دقیق العیدؒ فرماتے ہیں کہ

''اگر حدیث ضعیف ہو، موضوع نہ ہو تو عمل جائز ہے، لیکن اگر اس سے دین میں کوئی شعار یعنی امتیازی علامت قائم ہوتی ہو (جیسے کرنے والے کو ''سنی حنفی'' اور نہ کرنے والے کو ''وہابی'' کہا جانے لگے) تو اس پر عمل کرنا ممنوع ہو جائے گا''۔(إحکام الأحکام،ج:۱،ص:۵۱)

اور علامہ شاطبیؒ فرماتے ہیں کہ

''بعض اعمال فی نفسہ تو جائز بلکہ مستحب ہوتے ہیں،

مگر حیثیت بدل جانے سے یا بدل جانے کے خوف سے لائقِ ترک بن جاتے ہیں''۔(الاعتصام، ج:۱،ص:۹۲)

اور شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ تحریفِ دین کے اسباب بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ

" وأن یلتزم السنن والأداب کالتزام الواجبات"، یعنی: دین میں ایک تحریف یہ بھی ہے کہ سنن اور مستحبات کو واجب کی طرح لازم وضروری قرار دے لیں۔(حجۃ اللہ البالغہ، ج:۱،ص:۲۶۱، ومن اسباب التحریف التشدد، باب احکام الدین من التحریف)

تحریر بالا سے انگوٹھے چومنے کی شرعی حقیقت اور حیثیت اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے، آپ کے بھیجے ہوئے فتویٰ کی نقل میں بعض حوالہ جات غلط ہیں، اور بعض کتابیں مثلاً: فتاویٰ صوفیہ، جامع الرموز، کنز العباد، خزانۃ الروایات اور شرح مختصر وغیرہ غیر معتبر ہیں، علامہ برکلیؒ علامہ عصام الدین، علامہ جلال الدین مرشدیؒ، علامہ ملا علی قاریؒ اور علامہ ابن عابدین شامیؒ نے ان کتابوں کے حوالے سے فتویٰ لکھنے کی ممانعت فرمائی ہے، جب تک معتبر کتابوں سے کسی مسئلہ کی تائید نہ ہوتی ہو۔(دیکھئے: مقدمہ مفید المفتی، ص:۹۴،۹۵)

اب آخر میں فرقہ رضا خانی کے بانی مبانی اور بریلوی پارٹی کے حضور پرنور، امام اہلسنت، مجدد دین ملت، شیخ الاسلام والمسلمین، اعلیٰ حضرت مولانا الحاج القاری

الشاہ احمد رضا خاں بریلوی کی تحقیق اور آپ کا واضح فیصلہ پیش کرتا ہوں، غور سے ملاحظہ فرمایئے۔

مولانا احمد رضا خاں سے پوچھا گیا کہ مسئلہ: اکثر و بیشتر مخلوق خدا کا طریقہ ہے کہ اذان اور فاتحہ خوانی یعنی پنچایت پڑھنے کے وقت (ختمِ اجتماعی) انگوٹھے چومتی ہے اور علماء بھی درست بتلاتے ہیں اور حدیث شریف سے ثابت کر کے دکھلاتے ہیں، تو یہ قول درست ہے یا نہیں؟

مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے جواب کا اصلی اور ضروری حصہ انہیں کے الفاظ میں یہ ہے، ملاحظہ فرمایئے:

(جواب) اذان میں وقت استماعِ نامِ پاک، صاحبِ لولاک ﷺ انگوٹھوں کے ناخن چومنا، آنکھوں پر رکھنا، کسی حدیث صحیح مرفوع سے ثابت نہیں، یہ جو کچھ اس میں روایت کیا جاتا ہے، کلام سے خالی نہیں، پس جو اسکے لیے ثبوت مانے یا اسے مسنون یا موکد جانے یا نفس ترک کو باعثِ زجر و ملامت کہے وہ بے شک غلطی پر ہے، ہاں بعض احادیثِ ضعیفہِ مجروحہ میں تقبیل وارد ہے...... اور بعض کتبِ فقہ میں مثلاً: جامع الرموز، شرح نقایہ، وفتاویٰ صوفیہ، وکنز العباد و شامی حاشیہ درمختار کہ اکثر ان میں مستندات علمائے طائفہ اسماعیلیہ سے ہیں، وضع ابہامین کو مستحب بھی لکھ دیا۔ (ابر المقال فی استحسان قبلۃ الاجلال، ص:۱۱،۱۲)

مذکورہ بالا کتب کنز العباد، جامع الرموز، فتاویٰ صوفیہ، شامی وغیرہ میں جو انگوٹھے چومنے کو مستحب لکھا ہے، اس کو بھی مولانا احمد خاں صاحب نے پسند نہیں کیا،

آگے تحریر کرتے ہیں کہ ''پس حق اس میں اس قدر ہے، کہ جو کوئی بامید زیادتی روشنائی بصر مثلاً: از قبیلہ اعمال مشائخ جان کر یا بتوقع فضل ان کتب پر لحاظ اور ترغیب وارد پر نظر رکھ کر بے اعتقاد سنیتِ فعل وصحتِ احادیث وشناعت ترک اسے عمل میں لائے، اس پر بنظر اپنے نفس فعل واعتقاد کے خیر کچھ مؤاخذہ بھی نہیں، کہ فعل پر حدیث صحیح نہ ہونا اس فعل سے نہی ومنع کو مستلزم نہیں ......اور پنچایت (فاتحہ خوانی) کے وقت اس فعل کا ذکر کسی کتاب میں نہیں دیکھا گیا اور فقیر کے نزدیک بر بنائے مذہب ارجح واصح غالباً ترک زیادہ انسب والیق ہونا چاہیے۔ (ابر المقال فی استحسان قبلۃ الاجلال، ص:۱۲، ۱۳، ۱۳۳۸ھ، حسنی پریس بریلی میں طبع ہوئی ہے)

مذکورہ فتوے کا حاصل یہ کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب کے نزدیک مجلس فاتحہ خوانی جیسے مواقع پر انگوٹھے چومنے کا ثبوت کسی بھی کتاب میں نہیں ہے، اس لیے ان کا نظریہ یہ ہے کہ نہ چومنا ہی زیادہ مناسب ہے۔

اور یہ بات کہ اذان کے وقت انگوٹھا ثابت ہے، اس کے متعلق بھی وہ فرماتے ہیں کہ کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے، اور اس شخص کو غلطی پر مانتے ہیں، جو اس کا قائل ہو کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے یا جو شخص نہ چومنے کو بُرا سمجھے، صرف آنکھ کی روشنی کے علاج کے لیے مانتے ہیں، سنت نہیں سمجھتے، اور ان احادیث کو ضعیف اور مجروح مانتے ہیں، جن میں اذان کے وقت چومنے کی کوئی فضیلت آئی ہے، اور چومنے کی اجازت اس شرط پر دیتے ہیں کہ (۱) سنیت کا اعتقاد نہ ہو (۲) اس کے بارے میں جو حدیث ہے اس کو صحیح نہ سمجھے (۳) نہ چومنے والے کو بُرا نہ جانے وغیرہ، یہ ہے مولانا احمد رضا خاں صاحب کے نزدیک مسئلہ کی حقیقت! جس کو سنی وہابی بلکہ کفر

واسلام کی علامت ونشانی بتایا گیا ہے۔انا للہ وانا الیہ راجعون

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا

جو چیرا تو اک قطرہ خوں نہ نکلا

فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (فتاویٰ رحیمیہ، کتاب السنۃ والبدعۃ، آنحضرت ﷺ کا اسمِ مبارک سن کر انگوٹھے چومنا کیسا ہے؟:۲/۱۵۹-۱۶۲، دارالاشاعت)

آنحضرت ﷺ کا اسمِ گرامی سنتے وقت انگوٹھا چومنا

(سوال) جب بھی آنحضرت ﷺ کا نام مبارک لیا جائے، اس وقت ہم دل سے درود شریف پڑھتے ہیں، لیکن انگوٹھا نہیں چومتے۔ اس لیے بہت سے برادرانِ اسلام وہابی کہتے ہیں۔ اور ایک دوست نے ''ہدیۃ الحرمین'' نامی گجراتی کتابچہ دیا ہے، اس میں ہے کہ جب اس مبارک کا ذکر آوے تو انگوٹھا چومنا چاہیے۔ اس کتاب کے حوالے یہ ہیں:

(ا) مسند الفردوس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے حدیث ہے کہ اذان میں ''أشھد أن محمداً رسول اللہ'' سنا تو ہم نے شہادت کی دونوں انگلیوں کے پورے چومے اور آنکھوں سے لگائے۔

(۲) کتاب ''معارج النبوۃ'' اور ''فتاویٰ جواہر'' میں بھی حضرت آدم علیہ السلام نے بوسہ دیا وغیرہ لکھا ہے۔

(۳) حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جو آدمی اذان میں

حضورﷺ کا نام مبارک سن کر دونوں ابہام کو بوسہ دے کر آنکھوں پر رکھے گا، تو وہ اندھا نہ ہوگا اور اس کی آنکھیں کبھی درد نہ کریں گی۔ (نور العینین)

علاوہ ازیں دیگر حوالہ جات کتب لکھے تھے، مگر آپ واقف ہوں گے۔ لہٰذا حوالے نہیں لکھے ہیں، خلاصہ فرمائیں۔

(سوال) آپ ٹھیک کرتے ہو، سنت طریقہ یہی ہے۔ آنحضرتﷺ کا اسمِ مبارک سن کر یا لے کر درود شریف پڑھنے کی فضیلت اور تاکید احادیثِ صحیحہ میں آئی ہے، مشکوٰۃ میں ہے۔ آنحضرتﷺ فرماتے ہیں: "البخيل الذي ذكرت عنده، فلم يصل عليّ" حقیقت میں بخیل وہ ہے، جس کے سامنے میرا ذکر ہوا اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔ اور فرمایا: "رغم أنف رجل ذكرت عنده، فلم يصل عليّ". ہلاک ہو وہ شخص کہ جس کے سامنے میرا تذکرہ ہوا اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔ (باب الصلاۃ علی النبیﷺ وفضلها، ص:۸۶، ۸۷)

نوٹ: ایک ہی مجلس میں کئی مرتبہ حضور اکرمﷺ کا اسمِ گرامی لیا یا سنا جائے، تو اس کے بارے میں فتویٰ یہ ہے کہ ایک مرتبہ درود شریف پڑھنا واجب ہے، پھر بعدہ مستحب ہے (شامی، مطلب في وجوب الصلاة عليه كلما ذكر عليه الصلاة والسلام، ج:۱، ص:۵۱۶)۔ مگر تقبیلِ ابہام کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ یہ بدعتیوں کی ایجاد ہے، اس سے بچنا ضروری ہے۔

آنحضرتﷺ کا فرمان ہے: "مَن عمل عملاً، ليس عليه أمرنا فهو رد". جو کوئی ایسا کام کرے جس کے

متعلق ہمارا کوئی فرمان نہیں ہے، تو وہ کام مردود ہے۔ (مسلم شریف، ج:۲،ص:۷۷، باب نقض الأحکام الباطلہ وردمحدثات الأمور)

فعن نافع أن رجلا عطس إلیٰ جنب ابن عمر، فقال: الحمد لله والسلام علیٰ رسول الله، فقال ابن عمر وأنا أقول: الحمد لله والسلام علیٰ رسول الله، ولیس ھٰکذا علمنا رسول الله ﷺ علمنا أن نقول الحمد لله علیٰ کل حال. (ترمذي شریف، ج:۲، ص:۹۸، باب ما یقول العاطس إذا عطس)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک آدمی نے چھینک کر الحمد للہ کے ساتھ والسلام علیٰ رسول الله کی زیادتی کی تو ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اس زیادتی کو ناپسند کرتے ہوئے فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو ایسی تعلیم نہیں دی، ہم کو تو چھینک کر صرف الحمد لله علیٰ کل حال کہنا سکھلایا گیا ہے۔ (ج:۲،ص:۹۸)

صرف اذان کے وقت جب مؤذن أشھد أن محمداً رسول الله بار دیگر کہے تو دونوں ہاتھوں کے انگوٹھوں کے ناخن کو آنکھ پر رکھنے کے متعلق بعض عالموں نے لکھا ہے، مگر اول تو ایسی روایتوں کے حوالہ سے لکھا ہے جو ضعیف ہیں، جن سے استدلال درست نہیں۔ اس کے علاوہ بطورِ عبادت نہیں، بلکہ اس کو آنکھ کے مرض کا

علاج بتایا ہے۔ آنحضرت ﷺ کی خاص تعظیم کے طور پر نہیں!! (مقاصدِ حسنہ)

اب لوگ حضور ﷺ کی خاص تعظیم اور دین اور سنتِ مقصودہ سمجھ کر کرتے ہیں، اور نہ کرنے والے کو وہابی سے طعن کیا کرتے ہیں، لہٰذا یہ بھی مکروہ و منع ہے،

اعتصام میں ہے: ثم اقتحمت الصحابة ترك سنة حذرا من أن يضع معروفاً إلا أنه يتبدل الاعتقاد فيه مع طول العهد بالذكرىٰ.

خلاصہ یہ ہے کہ بعض عمل فی نفسہ جائز بلکہ مستحب ہوتے ہیں، مگر اس کی حیثیت بدل جانے یا بدل جانے کے اندیشہ کی وجہ سے وہ قابلِ ترک ہوتا ہے، (ج:۲،ص:۹۲)

دیکھئے! امورِ خیر کو جانبِ یمین سے شروع کرنا مستحب ہے۔ مگر حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانے میں اس کا کافی اہتمام دیکھ کر واجب سمجھ لینے کے ڈر سے مکروہ ہونے کا حکم لگایا۔

قال ابن المنير: فيه أن المندوبات قد تنقلب مكروهات إذا رفعت عن رتبتها لأن التيامن مستحب في كل شيئ، أي: من أمور العبادة لكن لما خشي ابن مسعود رضي الله عنه، أي: يعتقدوا وجوبه أشار إلىٰ كراهة. والله أعلم. (فتح الباري شرح البخاري، ج:۲، ص:۲۸۱)

وكل مباح أدىٰ إلى هذا فهو مكروه حتىٰ

أفتىٰ بعض الفقهاء حين شاع صوم أيام البيض في زمانه بكراهته لئلا يؤدي إلىٰ اعتقاد الواجب مع أن صوم أيام البيض مستحب.

اور جو امر مباح اس حد تک پہنچ جائے کہ لوگ اس کو ضروری اور واجب کے درجہ میں سمجھنے لگیں اور نہ کرنے والوں پر طعن کرنے لگیں، وہ مکروہ ہو جاتا ہے، یہاں تک کہ بعض فقہاء نے جب ان کے زمانے میں ایام بیض کے روزوں کا زیادہ اہتمام ہونے لگا، تو اس کے مکروہ ہونے کا فتویٰ دیا، تاکہ واجب اعتقاد کر لینے تک نوبت نہ پہنچ جائے، باوجود یہ کہ ایامِ بیض کے روزے مستحب ہیں۔ (مجالس الابرار، مجلس:۵۰، ص:۲۹۹)

فقہ کا متفقہ اور مسلمہ قانون ہے کہ مستحب کو اس کے درجہ سے بڑھا دیا جائے، تو وہ مکروہ ہو جاتا ہے۔ واستنبط منه أن المندوبات ينقلب مكروهاً إذا خيف أن يرفعن رتبته. (مجمع البحار، ج:٢، ص:٢٤٤)

اگر کسی کی نیت و اعتقاد غلط نہ ہو پھر بھی دوسروں کے عقیدہ کے فساد کے خوف سے اور اہلِ بدعت کی مشابہت کی وجہ سے منع کیا جائے گا، کیوں کہ یہ تو بدعتیوں کا ایک شعار بن گیا ہے۔ حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں: مهما صارت السنة شعاراً لأهل البدعة، قلنا يتركها خوفاً عن التشبه بهم. جب کوئی سنت بدعتیوں کا امتیازی شعار بن جائے تو ہم ان کے مشابہہ بن جانے کے خوف سے اس کے ترک کرنے کا حکم دیں گے۔ (احیاء العلوم، ج:۲، ص:۲۷۰)

آپ نے جو احادیث لکھی ہیں، ان کے متعلق میں کچھ ذکر کروں بجائے

اس کے، مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کی تحقیق اور خلاصہ پیش کر دینا بہتر ہے، وہ آپ اور آپ کے دوست احباب کے لیے زیادہ اطمینان بخش ہوگا۔

مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کا فتویٰ

مسئلہ: (سوال) اکثر و بیشتر مخلوق خدا کا طریقہ ہے کہ اذان اور فاتحہ خوانی یعنی پنچایت پڑھنے کے وقت (ختمِ اجتماعی) انگوٹھے چومتی ہے اور علماء بھی درست بتلاتے ہیں اور حدیث شریف سے ثابت کر کے دکھلاتے ہیں، تو یہ قول درست ہے یا نہیں؟

(الجواب) اذان میں وقت استماعِ نامِ پاک، صاحبِ لولاک ﷺ انگوٹھوں کے ناخن چومنا آنکھوں پر رکھنا، کسی حدیث صحیح مرفوع سے ثابت نہیں، یہ جو کچھ اس میں روایت کیا جاتا ہے، کلام سے خالی نہیں، پس جو اس کے لیے ثبوت مانے یا اسے مسنون یا موکد جانے یا نفسِ ترک کو باعثِ زجر وملامت کہے وہ بے شک غلطی پر ہے، ہاں بعض احادیثِ ضعیفہِ مجروحہ میں تقبیل وارد ہے

أخرجه الديلمي في مسند الفردوس وأورده الإمام السخاوي في المقاصد الحسنة والعلامة خير الدين الرملي في حواشي البحر الرائق، وذكره العلامة الجراحي فأطال ثم قال: "ولم يصِحَّ في المرفوع من كل هذا شيء"، كما أثره المحقق الشامي في رد

المحتار.

اور بعض کتبِ فقہ میں مثلاً: جامع الرموز، شرح نقایہ، وفتاویٰ صوفیہ، وکنز العباد وشامی حاشیہ درمختار کہ اکثر ان میں مستندات علمائے طائفہ اسماعیلیہ سے ہیں، وضع ابہامین کومستحب بھی لکھ دیا۔

فاضل قہستانی شرح مختصر وقایہ میں لکھتے ہیں:

> وأعلم أنه يستحب أن يقال عند سماع الأولىٰ من الشهادة الثانية "صلى الله عليك يا رسول الله" وعند سماع الثانية منها "قرة عيني بك يا رسول الله" ثم قال: "اللهم متعني بالسمع والبصر" بعد وضع ظفر الإبهامين على العينين، فإنه ﷺ يكون قائداً له إلىٰ الجنة، كما في كنز العباد. انتهىٰ.

ردالمختار حاشیہ درمختار میں اسے نقل کرکے فرماتے ہیں: "ونحوه في الفتاوىٰ الصوفية" پس حق اس میں اس قدر ہے، کہ جوکوئی بامید زیادتی روشنائی بصر مثلاً: ازقبیلہ اعمال مشائخ جان کر یا بتوقع فضل ان کتب پر لحاظ اور ترغیب وارد پر نظر رکھ کر بے اعتقاد سنیتِ فعل وصحتِ احادیث وشناعت ترک اسے عمل میں لائے، اس پر بنظر اپنے نفس فعل واعتقاد کے خیر کچھ مؤاخذہ بھی نہیں، کہ فعل پر حدیث صحیح نہ ہونا اس فعل سے نہی ومنع کو مستلزم نہیں......اور پنچایت (فاتحہ خوانی) کے وقت اس فعل کا ذکر کسی کتاب میں نہیں دیکھا گیا اور فقیر کے نزدیک بر بنائے مذہب ارجح واصح غالباً ترک زیادہ انسب والیق ہونا چاہیے۔ (ابر المقال فی استحسان قبلۃ الاجلال، ص:۱۲،

۱۳، ۱۳۳۸ھ، حسنی پریس بریلی میں طبع ہوئی ہے)

(مکمل حوالہ: فتاویٰ رضویہ، کتاب الحظر والاباحۃ، ابر القال فی استحسان قبلۃ الاجلال: ۶۲/۲۲، رضافاؤنڈیشن)

مذکورہ فتویٰ کا خلاصۃ:

مولوی احمد رضا خاں کے نزدیک اذان کے علاوہ فاتحہ خوانی وغیرہ مواقع تقبیلِ ابہامین کا کسی کتاب سے ثبوت نہیں ہے، لہٰذا وہ مانتے ہیں کہ نہ چومنا ہی زیادہ مناسب ہے۔ اذان کے وقت بھی صحیح حدیث سے ثابت نہیں مانتے اور چومنے کو مسنون اور حدیث کو صحیح کہنے والے کو اور سمجھنے والے کو نیز نہ چومنے والے کو برا ماننے والے کو غلطی پر سمجھتے اور مانتے ہیں۔ اذان کے وقت چومنے کی احادیث کو ضعیف اور مجروح مانتے ہیں اور شرائطِ ذیل سے چومنے کی اجازت دیتے ہیں:

(۱) مسنون کا عقیدہ نہ رکھے (۲) اس کے متعلق جو حدیث وارد ہے، اس کو صحیح نہ سمجھے (۳) نہ چومنے والے کو بُرا نہ جانے وغیرہ،

یہ ہے مسئلہ کی سچی حقیقت! جس کو سنی وہابی بلکہ کفر و اسلام کی علامت بنالی گئی ہے۔ افسوس صد افسوس۔ بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا جو چیرا تو اک قطرہ خوں کا نہ نکلا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(فتاویٰ رحیمیہ، کتاب السنۃ والبدعۃ، آنحضرت ﷺ کا اسمِ گرامی سنتے وقت انگوٹھا چومنا: ۸۶/۲-۸۹، دارالاشاعت)

احسن الفتاویٰ

اذان میں انگوٹھے چوم کرآنکھوں پرلگانا

سوال: اذان میں ''أشهد أن محمداً رسول الله'' پرجولوگ انگوٹھے چومتے ہیں، وہ ثبوت میں منسلکہ عبارت پیش کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرما کر تصدیق یا تردید فرمائی جائے، عبارت یہ ہے حضرت علامہ نبہانی نے ''حجۃ اللہ علی العالمین'' میں یہ روایت درج فرمائی ہے، بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا، جس نے دوسوسال تک خدا کی نافرمانی کی، مرنے کے بعد لوگوں نے اس کو گندی جگہ پر پھینک دیا، اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو اسے اُٹھا کر باعزت دفنانے کا اور اس کے لیے دعائے مغفرت کا حکم دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ لوگ اس کے نافرمان ہونے کی شہادت دیتے ہیں، ارشاد ہوا ٹھیک ہے کہ وہ گنہگار تھا، مگر وہ جب رات کو آنکھ کھولتا تھا اور میرے محبوب کا نام دیکھتا، تو وہ اس کا نام چومتا اور اپنی آنکھوں پر لگاتا تھا، اس لیے وہ مجھے پیارا لگتا ہے، میں نے اس کے دوسوسال کے گناہ بخش دیئے۔ بینوا توجروا

الجواب باسم ملهم الصواب

في الشامية: " يستحب أن يقال عند سماع الأولىٰ من الشهادة: "صلّى الله عليك يا رسول الله"، وعند الثانية منها: "قَرَّتْ عينِيْ بِك يا رسولَ الله"، ثم يقول: "اللّهم متِّعنِيْ بالسمع والبصر" بعد وضعِ ظُفُرَيْ

الإبهامَين على العينين، فإنّه عليه السلام يكون قائداً له إلىٰ الجنة، كذا في "كنز العباد" اهـ قهستاني، ونحوُه في "الفتاوىٰ الصوفية". (إلىٰ أن قال) وذكر ذٰلك الجرّاحيُّ وأطال، ثم قال: "ولم يصِحّ في المرفوع من كل هٰذا شيئٌ". (حاشية ابن عابدين، كتاب الصلاة، باب الأذان: ٦٢٨/٢، دار الثقافة والتراث، دِمَشق)

علامہ شامی رحمہ اللہ نے قہستانی وغیرہ کے حوالہ سے اس تقبیل کا استحباب نقل کرنے کے بعد جراحی سے نقل کیا ہے کہ کسی حدیث سے اس کا ثبوت نہیں، لہٰذا اس کی سنیت پر کوئی دلیل نہیں۔ اور چوں کہ عوام اس کو سنت سے بھی بڑھ کر ضروری سمجھ کر تارک تقبیل کو ملامت کرتے ہیں، لہٰذا اس کا ترک ضروری ہو گیا۔ عبارتِ مسلکہ سے متعلق جس کتاب کا حوالہ پیش کیا گیا ہے، وہ غیر معروف ہے۔ اگر صحیح بھی ہو تو زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوگا کہ حضور ﷺ کا نام کہیں لکھا ہوا ہو، تو اسے چومنا اور آنکھوں پر لگانا باعثِ برکت و ثواب ہے، اور اس سے کسی کو انکار نہیں، یہ کیسے ثابت ہوا کہ ناخنوں کو چوم کر آنکھوں پر لگایا جائے، خصوصاً اذان کے وقت۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(احسن الفتاویٰ، باب رد البدعات، اذان میں انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر لگانا، ۱/۳۷۸، ایچ، ایم سعید)

....

آپ کے مسائل اوران کا حل

اقامت کے دوران بیٹھے رہنا اور انگوٹھے چومنا

سوال:......... بریلوی مسلک کی مساجد میں................"أشهد أن محمدا رسول الله" پر دونوں شہادت کی انگلیوں کو چوم کر آنکھوں سے لگاتے ہیں، کیا یہ دونوں کام صحیح ہیں؟

جواب:...............آنحضرت ﷺ کے نامِ نامی پر انگوٹھے چومنا اور اس کو دین کی بات سمجھنا بدعت ہے۔

(آپ کے مسائل اوران کا حل، جماعت کی صف بندی، اقامت کے دوران بیٹھے رہنا اور انگوٹھے چومنا: ۳/۴۰۵، ۴۰۶، مکتبہ لدھیانوی، کراچی، جدید ایڈیشن)

....

خیر الفتاویٰ

انگوٹھے چومنے کی روایت صحیح نہیں

۱: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اذان میں کلمۂ شہادت سن کر انگوٹھے چومنا اور آنکھوں پر لگانا جائز ہے یا نہیں؟

۲: اس حدیث [illegible] صحیح اور

درست فرمایا ہے؟

۳: کیا ائمہ اربعہ میں سے کسی امام نے اس عمل کو جائز فرمایا ہے، اور اس کے مستحب ہونے کا قول کیا ہے؟

۴: بعض علماء اس کو مستحب قرار دیتے ہیں، کیا حضور علیہ السلام کے کسی قول یا فعل کے ثابت نہ ہونے کی صورت میں کسی عمل کو مستحب کہا جا سکتا ہے؟ کیا یہ بدعت ہے؟

۵: بعض علماء فقہ حنفی کی مستند کتاب ردالمحتار، شامی کے متعلق فرماتے ہیں کہ انہوں نے اس عمل کو مستحب فرمایا ہے، اسی طرح صاحبِ مقاصدِ حسنہ اور صاحب مسند الفردوس کے متعلق کہتے ہیں، کیا یہ نسبت صحیح ہے یا غلط؟

الجواب۔ ا: قرآن کریم، احادیث صحیحہ، اجماع امت، اور ائمہ اربعہ میں سے کسی امام سے اس فعل کا ثبوت نہیں۔ اور لوگ اس کو ضروری اور عملاً واجب سمجھتے ہیں، اس کے تارک پر نکیر کی جاتی ہے، لہٰذا موجودہ زمانہ میں جائز قرار دینا قواعدِ شرعیہ کے خلاف ہے، کسی اجماعی امر مستحب کو بھی درجۂ واجب میں پہنچا دیا جائے تو اس کو ترک کرنا ضروری ہو جاتا ہے، تاکہ عوام الناس کا اعتقاد محفوظ رہے۔

حدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ: ”لا يجعل أحدكم نصيباً للشيطان من صلاته أن لا ينصرف إلا عن يمينه“ کے تحت علماء نے لکھا ہے:

”وفي هذا الحديث دليل على من اعتقد الوجوب في أمر ليس بوجب شرعاً أو عمل معاملة

الواجب معه يكون هذا حظاً من الشيطان وبدعة مذمومة". (بذل المجهود، ج:۲، ص: ۱۵٦)

۲: صحاحِ ستہ کی کسی حدیث میں ان کے علاوہ بھی کسی صحیح مرفوع حدیث میں اس کا ثبوت نہیں ہے: "وذكر ذلك الجراحي وأطال ثم قال ولم يصح في المرفوع من كل هذا شيئ" (شامي، ج:۱، ص:۲٦۷)۔

۳: کسی امام نے اس کے مستحب ہونے کا قول نہیں کیا۔

۴: ثبوتِ استحباب کے لیے دلیل شرعی ضروری ہے۔ کیوں کہ یہ بھی ایک حکمِ شرعی ہے، بغیر دلیلِ شرعی کے ثابت نہیں ہوگا۔ علامہ شامیؒ نقل فرماتے ہیں: "والمستحب وهو ما ورد به دليل ندب يخصه كما في التحرير: ج:۱، ص: ۹٦"۔ لیکن یہ ہوسکتا ہے کہ کسی عالم غیر مجتہد نے غیر دلیل کو دلیل سمجھتے ہوئے کسی فعل کو مستحب کہا ہو۔ جب تحقیق سے اس دلیل کا غیر معتبر ہونا ثابت ہو جائے گا تو فعل مذکور مستحب ہونا بھی منتفی ہو جائے گا۔

بعض علماء کا اسے مستحب کہنا ہوسکتا ہے کہ استحبابِ لغوی کی قبیل سے ہو، نہ کہ استحبابِ شرعی کے قبیل سے ہو، کیوں کہ دلیلِ شرعی مقتضی استحباب موجود نہیں۔ جیسا کہ آگے مذکور ہوتا ہے۔

۵: علامہ شامیؒ نے جس جگہ یہ نقل کیا ہے، اس مقام پر یہ بھی نقل کیا ہے، "لم يصح في المرفوع من كل هذا شيئ" (ج:۱، ص:۲٦۷)، (کہ اس میں کوئی مرفوع صحیح نہیں)۔ یہ خیال نہ کیا جائے کہ اگرچہ اس میں صحیح حدیث نہیں ہے، لیکن

استدلال کے لیے حدیثِ حسن بھی کافی ہے، جواب یہ ہے کہ حدیث موجود بھی تو ہو۔ واقعہ یہ ہے کہ کوئی حسن بلکہ ضعیف قابلِ عمل حدیث بھی موجود نہیں۔ واضح رہے کہ حدیثِ ضعیف پر عمل کرنا تین شرطوں سے جائز ہوتا ہے۔ ورنہ نہیں۔

۱: ضعیفِ شدید نہ ہو۔

۲: یہ عمل کسی اصلِ عام کے تحت داخل ہو۔

۳: اس عمل کے سنت ہونے کا اعتقاد نہ کیا جائے۔

قال في الدر المختار: "شرط العمل بالحديث الضعيف عدم شدة ضعفه وأن يدخل تحت أصل عام، وأن لا يعتقد سنية ذلك الحديث، وأما الموضوع فلا يجوز العمل به بحال". (ج:۱، ص:۱۱۹)

اور مسئلہ زیرِ بحث میں یہ تینوں شرطیں تقریباً مفقود ہیں، کیوں کہ ایسی روایات میں شدید ضعف ہے بلکہ موضوع ہیں، علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"الأحاديث التي رويت في تقبيل الأنامل وجعلها على العينين عند سماع إسمه ﷺ عن المؤذن في كلمة الشهادة، كلها موضوعات". انتهىٰ. (تيسير المقال للسيوطي)

اورعوام سنت بلکہ اس سے بڑھ کر سمجھتے ہوئے اس پر عمل کرتے ہیں، الغرض یہ فعل قرآن کریم، حدیث پاک، تعاملِ صحابہؓ، اجماعِ امت، اقوال ائمہ میں سے کسی دلیل کے ساتھ ثابت نہیں، فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ، نائب مفتی خیر المدارس، ملتان

الجواب صحیح: بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ، ۲۱ ربیع الاول، ۱۳۹۴ھ

(خیر الفتاویٰ، ما یتعلق بالسنۃ والبدعۃ، انگوٹھے چومنے کی روایت صحیح نہیں: ۵۸۲/۵۸۰/۱، مکتبہ امدادیہ، ملتان)

فتاویٰ حقانیہ

اذان میں انگوٹھے چومنے کا مسئلہ

سوال: اذان کے دوران جب مؤذن "أشهد أن محمدا رسول الله" پڑھے تو سننے والوں کے لیے اُس وقت انگوٹھے چامنا کیسا ہے؟

جواب: صرف اذان کے وقت جب اذان ہو رہی ہو تو "أشهد أن محمدا رسول الله" کے سننے پر شفاءِ عینین کے حصول کے لیے بغیر نیتِ ثواب اور سنت، واجب سمجھنے کے انگوٹھے چومنا جائز ہے، اگرچہ بعض نے مستحب لکھا ہے، لیکن یاد رہے کہ یہ عمل صرف اذان کے ساتھ خاص ہے، دیگر مقامات میں نہیں۔

قال العلامة ابن عابدینؒ :(تحت قوله: لو لم

يجبه حتى فرغ، لم أره) "يستحب أن يقال عند سماع الأولىٰ من الشهادة: "صلّى الله عليك يا رسول الله"، وعند الثانية منها: "قَرَّتْ عيني بك يا رسول الله"، ثم يقول: "اللّهم متّعني بالسمع والبصر" بعد وضع ظُفرَيِ الإبهامَين على العينين، فإنّه عليه السلام يكون قائداً له إلىٰ الجنة. (ردالمحتار، جلد:١، ص:٣٩٨، باب الأذان)

(فتاویٰ حقانیہ، کتاب الصلاۃ، باب الأذان، والإقامۃ، اذان میں انگوٹھے چومنے کا مسئلہ:٣/٦٢، جامعہ دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ)

....

فتاویٰ دارالعلوم زکریا

بوقتِ اذان انگوٹھے چومنا

سوال: بوقتِ اذان انگوٹھے چومنا کیسا ہے؟

جواب: اذان کے وقت آنحضرت ﷺ کا نام مبارک سن کر انگوٹھے کے ناخن چومنا اور آنکھوں پر رکھنا اور اس فعل کو سنت سمجھنا اور حدیثِ نبوی ﷺ سے ثابت تصور کرنا اور نہ چومنے والے کو لعن طعن اور ملامت کے قابل سمجھنا یہ سب غلط ہے اور دین میں تحریف ہے۔ اتنی بات درست ہے کہ بعض علماء نے اس عمل کو جائز قرار دیا

ہے، مگر یہ بھی آنکھ کی بیماری کے عمل اور علاج کے طور پر عبادت اور سنتِ مقصودہ اور آنحضرت ﷺ کی تعظیم اور عظمت کے لیے نہیں۔

ملاحظہ ہو، علامہ شامیؒ فرماتے ہیں:

وفي كتاب الفردوس: "من قبل ظفري إبهامه عند سماع "أشهد أن محمداً رسول الله" وذكر ذلك الجراحي وأطال، ثم قال: ولم يصح في المرفوع من كل هذا شيئ. (شامي: ۱/۳۹۸، سعيد)

فتاویٰ رحیمیہ میں ہے:

اذان کے وقت انگوٹھے چومنے کے متعلق جو احادیث اور روایات آئی ہیں، وہ مسند الفردوس دیلمی کے حوالے سے موضوعاتِ کبیر اور تذکرۃ الموضوعات اور الفوائد المجموعہ فی الاحادیث الموضوعہ وغیرہ میں منقول ہیں۔

علامہ سخاویؒ کے حوالے سے ملا علی قاری رحمہ اللہ مذکورہ روایات کے متعلق نقل فرماتے ہیں کہ

"لا يصح" (موضوعاتِ كبير، ص: ۷۵)

یعنی روایات صحیح نہیں ہیں۔

اور علامہ محمد طاہر رحمہ اللہ رقم طراز ہیں کہ

"ولا يصح" (تذكرة الموضوعات، ص: ۳٤)

یہ روایت صحیح نہیں ہے۔

اور امام المحدثین علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

الأحاديث التي رويت في تقبيل الأنامل وجعلها على العينين عند سماع إسمه ﷺ عن المؤذن في كلمة الشهادة كلها موضوعات.

یعنی مؤذن سے کلمہ شہادت میں آپ ﷺ کا نام مبارک سن کر انگلیاں چومنے اور آنکھوں پر رکھنے کے متعلق جو حدیثیں نقل کی جاتی ہیں، وہ سب موضوع یعنی غلط اور بناوٹی ہیں۔ (تیسیر المقال وغیرہ) موضوع حدیث پر عمل کرنا ناجائز ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ۶۰/۱)

فتاویٰ دار العلوم دیوبند میں ہے:

اذان میں بوقتِ شہادتین انگوٹھا چومنا سنت سمجھ کر صحیح نہیں ہے۔ اور چونکہ اس زمانہ میں اکثر لوگ سنت سمجھ کر کرتے ہیں اور تارک کو ملام اور مطعون کرتے ہیں، اس لیے اب اس کو علماء محققین نے متروک کر دیا۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۹۰/۲، از مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ)

کفایت المفتی میں ہے:

اذان میں بوقتِ شہادتین انگوٹھا چوم کر آنکھوں پر لگانے کا کوئی ثبوت نہیں۔ واللہ اعلم۔ (کفایت المفتی: ۵۱/۳)

(فتاویٰ دار العلوم زکریا، کتاب الصلاۃ، اذان اور اقامت کا بیان، بوقتِ اذان

انگوٹھے چومنا:۲/۷۷، زمزم پبلشرز)

بوقتِ اذان صرف علاج کے لیے انگلیوں کو آنکھوں پر رکھنا

سوال: اگر کوئی شخص اذان کے وقت انگلیوں کو آنکھوں پر علاج اور تکلیف دور کرنے کے لیے رکھے اس کو سنت نہ سمجھے تو اس کی گنجائش ہے یا نہیں؟

جواب: کفایت المفتی میں ہے:

تقبیلِ ابہامین کا کوئی پختہ ثبوت نہیں، اس لیے اس کو موجبِ ثواب سمجھ کر کرنا بے ثبوت بات ہے۔ البتہ بعض لوگ اسکو بیماری چشم سے محفوظ رہنے کا عمل سمجھ کر کرتے ہیں، تو اس صورت میں مثل دیگر عملیات وتعویزات کے یہ عمل بھی مباح ہوگا۔ مگر اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے تارک پر کوئی طعن یا ملامت نہ کی جائے، جو اس عمل کو کرے کرے، جو کرے نہ کرے۔

نیز دوسری جگہ مذکور ہے:

بعض بزرگوں نے اس فعل کو آنکھوں کی بیماری سے محفوظ رہنے کا ایک عمل قرار دیا ہے تو یہ شرعی بات نہ ہوئی، اگر اس کو یہ سمجھ کر کرے کہ اس عمل کو کرنے سے آنکھیں نہیں دکھتیں تو اسے اختیار ہے۔ (کفایت المفتی:۳/۵۷)

فتاویٰ محمودیہ میں ہے:

بعض سلف سے نقل کیا ہے کہ یہ آشوبِ چشم کا مجرب علاج ہے، اس کو سنتِ ہدیٰ سمجھ کر بطورِ عبادت کرنا بے اصل بلکہ بدعت ہے، اس لیے ترک لازم ہے۔ ہاں اگر کوئی آشوبِ چشم کے علاج کی غرض سے اس طرح کرے، جس سے دوسروں کو

سنت وثواب کا اندیشہ نہ ہو تو درست ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ: ۱۶۰/۳، باب البدعات والرسوم، جامعہ فاروقیہ)

تقبیل ابہامین سے متعلق روایات کی تفصیل المقاصد الحسنہ میں ص: ۳۸۴ پر ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ واللہ اعلم۔

(فتاویٰ دار العلوم زکریا، کتاب الصلاۃ، اذان اور اقامت کا بیان، بوقتِ اذان صرف علاج کے لیے انگلیوں کو آنکھوں پر رکھنا: ۶/۲ ۷، زمزم پبلشرز)

....

فتاویٰ فریدیہ

حضور علیہ السلام کا نام سن کر انگوٹھا چومنا

سوال: ....حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سن کر انگوٹھا چوم کر آنکھوں پر لگانا کیسا ہے؟

جواب: ....علاجاً مباح ہے۔ اور احتساباً بدعت ہے۔

(فتاویٰ فریدیہ، کتاب السنۃ والبدعۃ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سن کر انگوٹھا چومنا: ۳۲۱/۱، دار العلوم صدیقیہ، صوابی، طبع پنجم: ۱۴۳۰ھ)

اذان کے وقت انگوٹھے چومنا روایاتِ صحیحہ سے ثابت نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و شرع متین اذان کے ..... بارے میں کہ

اکثر لوگ "أشهد أن محمدا رسول الله" کو اذان کے دوران سننے پر اپنے انگوٹھے چومتے ہیں اور آنکھوں پر لگاتے ہیں، یہ کام بعض لوگ سنت سمجھتے ہیں، اور استدلال میں روایات ذکر کرتے ہیں، جن کو مظاہرِ حق والے نے روایت کیا ہے، حالاں کہ یہ خلافِ سنت رسم ہے، اس کو چھوڑ دینا چاہیے، اور جس حدیث کا حوالہ دیا جاتا ہے، اس کو علامہ ابن طاہرؒ نے تذکرہ میں کہا ہے کہ وہ صحیح نہیں (الفوائد المجموعة في الأحاديث الموضوعة، ص:۵، مؤلفہ علامة شوكاني) الغرض یہ کام کرنا کیسا ہے، سنت، خلافِ سنت یا بدعت؟ بینوا توجروا

جواب: یہ مخصوص تقبیل اگر چہ علاجاً جائز ہے، لیکن ثواب کی نیت سے کرنا بدعت ہے، اور چونکہ موجودہ دور میں عوام اس کو ثواب کی نیت سے کرتے ہیں، لہٰذا فتویٰ نہ کرنے کا دیا جائے گا،

لأن حديث الصديق لا يصح رفعه (كما في المصنوع في أحاديث الموضوع، ص:۲۵) (والفوائد المجموعة، ص: ۹) وعدم صحة الرفع لا يستلزم صحة الموقوف بل لا بد من المراجعة إلىٰ الأسناد وكذا ما نقل عن الخضر عليه السلام ليس بحجة وفي سنده مجاهيل من الانقطاع (بوادر، ص: ۴۰۹) وما في كنز العباد وغيره، من كتب الفقه، فبناء علىٰ تلك الروايات دون النقل عن الائمة. فافهم وتدبر

(فتاویٰ فریدیہ، کتاب الصلاۃ، باب الاذان والاقامۃ، اذان کے وقت انگوٹھے چومنا روایاتِ صحیحہ سے ثابت نہیں: ۱۸۶/۲، ۱۸۷، دارالعلوم صدیقیہ، صوابی، طبع پنجم: ۱۴۳۰ھ)

....

نجم الفتاویٰ

وضو میں اور حضور ﷺ کے نام پر انگوٹھے چومنا

سوال:......... کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ وضو میں انگوٹھوں کا چومنا اور محمد ﷺ کے نامِ مبارک پر انگوٹھوں کا چومنا اور اللہ تعالیٰ کے نام پر نہ چومنا جائز ہے یا نہیں؟ میرے ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ اگر آپ علیہ السلام کے نامِ نامی پر یہ حکم ہے تو اللہ کے نام پر بھی ایسا ہی ہونا چاہیے۔ آپ وضاحت فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً.......... وضو میں اور حضور ﷺ کے نامِ مبارک پر انگوٹھے چومنے کی شرعاً کوئی حقیقت نہیں، بلکہ یہ خودساختہ عمل ہے، جو شریعت میں قابلِ قبول نہیں۔ نیز! حضور ﷺ کے نام پر انگوٹھے چومنے سے متعلق جو احادیث پیش کی جاتی ہیں، ان میں کوئی حدیث بھی صحیح نہیں ہے۔

لما في المشكوٰة (ص: ٢٧) : عن عائشة

قالت قال رسول الله ﷺ: " من أحدث في أمرنا هذا

ما ليس منه، فهو رد".

وفي المقاصد الحسنة (ص: ٣٨٣): حديث مسح العينين بباطن أنملتي السبابتين بعد تقبيلهما عند سماع المؤذن أشهد أن محمد رسول الله مع قوله أشهد أن محمد عبده ورسوله رضيت بالله ربا .... ذكره الديلمي في الفردوس .... بسند فيه مجاهيل مع انقطاعه عن الخضر عليه السلام............ قال في آخر البحث: ولا يصح في المرفوع من كل هذا شيء.

وفي الموضوعات الكبير (ص: ١٠٨): مسح العينين بباطن أنملتي السبابتين بعد تقبيلهما عند سماع المؤذن .... وكل ما يروى في هذا فلا يصح رفعه البتة.

(نجم الفتاوىٰ، کتاب العقائد، فصل فی السنۃ والبدعۃ، وضو میں اور حضورﷺ کے نام پر انگوٹھے چومنا، ۱/۱۵۵، ۱۵۶، شعبہ نشر واشاعت دار العلوم یاسین القرآن، کراچی، ط: ۱۴۳۱ھ)

....

فتاویٰ عباد الرحمٰن

اذان کے درمیان انگوٹھے چومنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اذان کے دوران جب مؤذن "أشهد أن محمداً رسول الله" پڑھے تو سننے والوں کے لیے اس وقت انگوٹھے چومنا کیسا ہے؟ بعض لوگ ''شامی'' کا حوالہ دیتے ہیں۔

جواب: علامہ شامیؒ اپنے فتاویٰ شامیہ میں فقہاء کرام کے اقوال نقل کرنے کا بڑا اہتمام فرماتے ہیں، پھر عموماً آخر میں قولِ راجح کی طرف اشارہ بھی فرما دیتے ہیں، اس مسئلہ میں بھی بعض فقہاء کرام کے کتب سے حوالہ دیتے ہوئے انگوٹھے چومنے کا ذکر فرمایا ہے، اس کو بھی بیان فرمایا، چوں کہ محدثین حضرات جیسے: علامہ سیوطیؒ نے تصریح فرمائی ہے کہ یہ موضوع ہے، اس کے متعلق کوئی حدیث نہیں، اس لیے آخر میں علامہ شامیؒ نے اس کی بھی تصریح فرمادی۔

بہر حال احادیث کے علاوہ خیر القرون میں اپنے سلف سے بھی اس کا کوئی واضح ثبوت ہمارے علم میں نہیں ہے، جب کہ پاک وہند میں جاری اس عمل کو بعض لوگ وجوب کا درجہ دیتے ہیں، بلاشبہ یہ دین میں اپنی طرف سے اضافہ کے مترادف ہے، مؤذن کی شہادت رسالت کے موقع پر سننے والے کو آپ ﷺ نے کلماتِ شہادت دُہرانے کی تعلیم فرمائی ہے، لہٰذا انہی کلمات کو دُہرانے پر اکتفاء کرنا ہی اصل سنت ہے، اس کے علاوہ آپ ﷺ کا اسمِ مبارک سننے کے موقع پر درود شریف پڑھنے کے بارے

میں احادیث میں واضح حکم ہے، اس لیے درود شریف میں کوئی ساتھ ساتھ پڑھ تو بہتر ہے۔

لما في سنن أبي داود: (١/٨٨، طبع رحمانيه)

عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه أن رسول الله ﷺ قال: إذا سمعتم النداء، فقولوا مثل ما يقول المؤذن، إلا في الحيعلتين، فإنه يقول : لا حول ولا قوة إلا بالله، ولا في قوله: "الصلاة خير من النوم"، فإنه يقول: "صدقت وبررت وبالحق نطقت"......إلخ

ولما في الشامي: (١/٣٩٧-٣٨٩، طبع سعيد)

(قوله: إن سمع المسنون منه) الظاهر أن المراد ما كان مسنوناً جميعه ...... فلو كان بعض كلماته غير عربي أو ملحوناً لا تجب عليه الإجابة في الباقي لأنه حينئذ ليس أذاناً مسنوناً ...... إلخ " يستحب أن يقال عند سماع الأولىٰ من الشهادة: "صلّى الله عليك يا رسول الله"، وعند الثانية منها: "قرّت عيني بك يا رسول الله"، ثم يقول: "اللّهم متّعني بالسمع والبصر" بعد وضع ظفري الإبهامين على العينين، فإنّه عليه السلام يكون قائداً له إلى الجنة، كذا في "كنز العباد" اه قهستاني، ونحوه في "الفتاوىٰ الصوفية".

وفي كتاب الفردوس: "من قبّل ظُفريَّ إبهامَيه عند سماعِ "أشهد أنَّ محمداً رسول الله" في الأذان، أنا قائده ومُدخِلُه في صُفوفِ الجنّة". وتمامُه في حواشي البحر للرملي عن المقاصد الحسنة للسخاوي.

وذكر ذالك الجرّاحيُّ وأطال، ثم قال: "ولم يصِحَّ في المرفوعِ من كل هذا شيءٌ".

ولما في تيسير المقال للسيوطيؒ:

الأحاديث التي رويت في تقبيل الأنامل وجعلها على العينين عند سماع إسمه ﷺ عن المؤذن في كلمة الشهادة كلها موضوعات. إلخ والله أعلم بالصواب

(فتاویٰ عباد الرحمٰن، کتاب الصلاۃ، باب الأذان، اذان کے درمیان انگوٹھے چومنے کا حکم: ۱/۳۹۶، ۳۹۷، دارالافتاء والتحقیق کراچی)

☆☆☆..........☆☆..........☆☆☆

(❁) مصادر ومراجع (❁)

(❁) احسن الفتاویٰ، حضرت مولانا رشید احمد لدھیانویؒ، ایچ، ایم سعید، کراچی

الأعلام، للعلامة خير الدين الزركليؒ، دار العلم للملايين، بيروت، الطبعة الخامسة عشرة، مايو: ٢٠٠٢م

(❁) التعليق الصبيح، للإمام محمد إدريس الكاندهلويؒ، المتوفىٰ: ١٨٩٩هـ، المكتبة الرشيدية، كوئٹة

(❁) السعاية، للعلامة محمد عبد الحي بن محمد عبد الحليم الأنصاري اللكنويؒ، المتوفىٰ: ١٣٠٤هـ، سهيل اكيدمي، لاهور

(❁) القول البديع، للحافظ لشمس الدين محمد بن عبد الرحمن السخاويؒ، المتوفىٰ: ٩٠٢هـ، مكتبة دار البيان، المدينة المنورة

(❁) الكاشف عن حقائق السنن الشهير بشرح الطيبي، للعلامة حسن بن محمد الطيبيؒ، المتوفىٰ: ٧٤٣هـ، إدارة القرآن والعلوم، كراتشي

(❁) المصنوع في معرفة الحديث الموضوع، الشيخ عبد الفتاح أبو غدة، ايج ايم سعيد، كراتشي

(❁) المقاصد الحسنة، للحافظ لشمس الدين محمد بن عبد الرحمن السخاويؒ، المتوفىٰ: ٩٠٢هـ، دار الكتب العلمية

(❁) الأسرار المرفوعة في الأخبار الموضوعة المعروف بالموضوعات

الكبرىٰ، للعلامة نور الدين علي بن سلطان القاريؒ، المتوفىٰ: ١٠١٤هـ، قديمي كتب خانة / المكتب الإسلامي، الطبعة الأولىٰ: ١٣٩١هـ.

(۞) النافع الكبير على الجامع الصغير، مقدمة الجامع الصغير، للعلامة محمد عبد الحي بن محمد عبد الحليم الأنصاري اللكنويؒ، المتوفىٰ: ١٣٠٤هـ، إدارة القرآن كراتشي

(۞) النخبة البهيّة في الأحاديث المكذوبة على خير البرية، للعلامة محمد الأمير الكبير المالكيؒ، المتوفىٰ: ١٢٢٨هـ، المكتب الإسلامي

(۞) امداد الاحکام، مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، المتوفیٰ: ۱۳۹۴ھ، مکتبہ دار العلوم کراچی

(۞) آپ کے مسائل اور ان کا حل، مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید، المتوفیٰ: ۱۴۲۱ھ، جدید تخریج شدہ ایڈیشن، مکتبہ لدھیانوی، کراچی

(۞) بستان المحدثين للدهلوي، المحدث الكبير الشاة عبد العزيز المحدث الدهلوي، فارسي، سعيد. ومترجم بالعربية للدكتور محمد أكرم الندوي، دار الغُرب الإسلامي

(۞) تاريخ الإسلام ووفيات المشاهير والأعلام، لمؤرخ الإسلام شمس الدين أبي عبد الله محمد بن أحمد بن عثمان الذهبيؒ، المتوفىٰ: ٧٤٨هـ، دار الكتاب العربي، بيروت، الطبعة الثانية: ١٤١٠هـ

(۞) تذكرة الموضوعات، للعلامة الحافظ أبو الفضل محمد بن طاهر ابن أحمد المقدسيؒ، المتوفىٰ: ٩٨٦هـ كتب خانه مجيدية، ملتان، الطبعة الأولىٰ: ١٣٢٣هـ

(❁) تفسير الجلالين،جلال الدين محمد بن أحمد بن محمد المحليّ، المتوفى: ٨٦٤هـ، جلال الدين عبدالرحمن بن أبي بكر السيوطيّ، المتوفى: ٩١١هـ،المكتبة البشرىٰ، كراتشي

(❁) تفسير روح البيان ،الشيخ إسماعيل حقي البروسي رحمه الله، المتوفىٰ: ١١٣٧هـ،مطبعه عثمانيه

(❁) تنقيح فتاوىٰ الحامدية، مكتبة، محمد أمين بن عمر بن عبد العزيز عابدينؒ، المتوفىٰ: ١٢٥٢هـ، دار المعرفة بيروت

(❁) جمع الجوامع، ديباجة قسم الأقوال من جمع الجوامع (الجامع الكبير)، للإمام جلال الدين عبدالرحمن بن أبي بكر السيوطيؒ، المتوفى: ٩١١هـ،دار الكتب العلمية، الطبعة الأولىٰ: ١٤٢١هـ

(❁) حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، للعلامة أحمد بن إسماعيل الطحطاوي الحنفيؒ، المتوفىٰ: ١٢٣١هـ، دارالكتب العلمية، الطبعة الأولىٰ:١٤١٨هـ

(❁) خیر الفتاویٰ،حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ جالندھری، المتوفی: ۱۳۹۰ھ، و مفتیانِ دارالافتاء، جامعہ خیر المدارس، مکتبہ امدادیہ، ملتان

(❁) رد المحتارمع الدر المختار محمد أمين بن عمر بن عبد العزيز عابدينؒ، المتوفىٰ: ١٢٥٢هـ، دار الثقافة والتراث، دِمَشق

(❁) فتاویٰ عباد الرحمٰن، مفتی عبد الرحمٰن ملا خیل صاحب دام فیوضہم، دارالافتاء والتحقیق، مسجد ابوبکر الصدیق، فیز:۲، ڈی، ایچ، اے، کراچی

(۞) فتاویٰ حقانیہ، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الحق صاحبؒ، ومفتیانِ جامعہ دار العلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک، المکتبۃ الحقانیۃ
(۞) فتاویٰ دار العلوم دیوبند، مفتی اعظم حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب عثمانیؒ، المتوفی: ۱۳۴۷ھ، دار الاشاعت، کراچی
(۞) فتاویٰ دار العلوم زکریا، مفتی رضاء الحق صاحب دامت برکاتہم، زمزم پبلشرز
(۞) فتاویٰ رحیمیہ، مفتی سید عبد الرحیم صاحب لاجپوریؒ، دار الاشاعت
(۞) فتاویٰ رضویہ، ابر المقال فی استحسان قبلۃ الاجلال، مولانا احمد رضا خان البریلوی، رضا فاؤنڈیشن
(۞) فتاویٰ فریدیہ، فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحبؒ، دار العلوم صدیقیہ، صوابی، طبع پنجم: ۱۴۳۰ھ
(۞) فتاویٰ محمودیہ، فقیہ الملت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہیؒ، المتوفی: ۱۴۱۷ھ، ادارہ الفاروق، کراچی
(۞) فتاویٰ مفتی محمود، مفکرِ اسلام حضرت مولانا مفتی محمودؒ، المتوفی: ۱۴۰۰ھ، جمعیۃ کمپوزنگ سنٹر، لاہور
(۞) فتح الباري، أحمد بن علي المعروف بابن حجر العسقلانيؒ، المتوفیٰ: ۸۵۲ھ، دار المعرفة
(۞) كشف الظنون عن أسامي الكتب والفنون، للعلامة مصطفیٰ بن عبد الله الشهير بحاجي خليفة، المتوفیٰ: ۱۰٦۷ھ، دار إحياء التراث العربي، بيروت

(❁) کفایت المفتی، مفتی اعظم ہند مفتی کفایت اللہ دہلویؒ، المتوفی: ۱۳۷۲ھ، ادارة الفاروق، کراچی

(❁) مجموعة الفتاویٰ، للعلامة محمد عبد الحي بن محمد عبد الحليم الأنصاري اللكنويؒ، المتوفیٰ: ١٣٠٤ھ، المكتبة الرشيدية، كوئٹة

(❁) مرقاة المفاتيح، للعلامة نور الدين علي بن محمد بن سلطان المشهور بالملا علي القاريؒ، المتوفیٰ: ١٠١٤ھ، سعيد

(❁) معجم المصطلاحات الحديثية، مكتبة زمزم للطباعة والنشر والتوزيع، كراتشي

(❁) مقالات الكوثري، الشيخ محمد زاهد الكوثري، المتوفیٰ: ١٣٧١ھ، دارالسلام، الطبعة الأولیٰ: ١٤٢٨ھ

(❁) منهاج السنة النبوية لابن تيمية، أبو العباس تقي الدين أحمد بن عبد الحليمؒ، المتوفیٰ: ٧٨٢ھ، مؤسسة قرطبة، الطبعة الأولیٰ: ١٤٠٦ھ

(❁) منهج النقد في علوم الحديث، الدكتور نور الدين عترؒ، دار الفكر، بيروت، الطبعة الخامسة والعشرون: ١٤٢٥ھ

(❁) نجم الفتاویٰ، شعبہ نشر و اشاعت دار العلوم یاسین القرآن، کراچی، ط: ۱۴۳۱ھ

☆☆☆..........☆☆..........☆☆☆